www.ashabulhadith.com
free authentic Urdu lectures
Study Circle

شرح الاصول الثلاثۃ

ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ)

درس نمبر۔۳

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى اٰله وصحبه وسلم تسليما كثيرا۔

اما بعد:

اصول ثلاثۃ کا درس جاری ہے۔اور آج کے درس میں یہ دوسری نشست ہے۔ پچھلے درس میں اصول ثلاثۃ کے مقدمہ کا پہلا حصہ بیان کیا تھا ۔اور یہ جو مقدمے کے طور پر شیخ صاحب نے یہ جو تین مقدمے بیان کئے ہیں جس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں، یہ عقیدے کی بنیادی باتیں ہیں، عقیدے کے علم کی بنیادی باتیں ہیں، کیونکہ اصول ثلاثۃ اصل میں وہ تین سوال ہیں جو انسان سے قبر میں پوچھے جاتے ہیں ،"من ربك، من نبيك، ما دينك"، اُصول ثلاثۃ یہی تین سوال ہے ہیں۔ کیونکہ شیخ صاحب نے اس سے پہلے کہ یہ اہم بات بیان کریں اور یہ تین سوال بیان کریں تفصیل سے اس سے زیادہ اہم چیز کو بیان کیا بنیادی طور پر، اس سے پہلے کہ آپ یہ تین

سوال سمجھیں آپ کے پاس ایک بنیادی علم ہونا چاہیئے۔اگر آپ کے پاس یہ بنیادی علم موجود ہے تو پھر آپ کے لئے اگلا علم جو ہے، تین سوال ،وہ آپ کے لئے آسان ہو جائیں گے۔ اگر آپ کے پاس یہ بنیادی علم بھی نہیں ہے تو پھر آپ کو وہ مسائل سمجھنا ذرا مشکل پڑ جائیں گے۔ اور اس سے پچھلے درس میں میں نے چار چیزیں بیان کی تھی۔مقدمہ کے طور پر چار وہ اور چار پچھلے درس میں، آٹھ ہوگئے اور باقی دو جو ہیں اس درس میں بیان کرتے ہیں۔کیونکہ پہلے درس میں ،عقیدے کے پہلے درس میں جو بنیادی طور پر ہم نے چار چیزیں ہم نے بیان کی تھیں جو A, B, C سمجھے جاتے ہیں عقیدے کے علم میں۔چار چیزیں تھی :

(ا): کہ عقیدے کا علم کہاں سے حاصل کیا جاتا ہے ؟قرآن و سنت سے ،وحی سے۔ اگر قرآن و سنت کی دلیل نہیں ہے تو عقیدہ نہیں بن سکتا، قرآن و سنت کی دلیل ہے وہی ہمارا عقیدہ ہے۔اور یہ اس لئے بیان کیا تھا کیونکہ جو مخالفین ہیں وہ قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ اور چیزیں بھی بنیادی طور پر سمجھتے ہیں اور اُن چیزوں سے بھی عقیدے کا علم حاصل کرتے ہیں بلکہ وہ بھی قرآن و سنت کی طرح ان کی لئے بنیاد ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر خواب، میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ آئے اور مجھے یہ درود دے کے گئے، یا میرے لئے فلاں عمل بیان کر کے گئے، یا نبی کریم

ﷺ آئے ہیں اور مدرسے کا ایک خاص نقشہ بیان کر کے گئے ہیں صبح اٹھے تو وہ نقشہ موجود تھا۔یاد رکھیں خواب جو ہے عقیدے اور عبادات میں خواب کا کوئی تعلق نہیں ہے، خواب ہمارا مأخذدین نہیں ہو سکتا۔ نہ خواب، نہ الہام، یہ جتنی بھی چیزیں ہیں۔ وجہ کیا ہے یہ جانتے ہیں آپ؟ وجہ کیا ہے؟یہ چیزیں مأخذدین کیوں نہیں ہو سکتیں؟کیونکہ دین جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے وحی کے ذریعے سے ۔اور وحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے ۔کیونکہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور جس نے بھی نبی کریم ﷺ کی زندگی میں یاان کے بعد نبوت کا دعوی کیا ہے وہ ذلیل و خوار ہوا ہے۔ تاریخ اس کی گواہ ہے۔چاہے وہ پچھلے زمانے میں مسیلمہ کذاب تھا چاہے وہ آج کے زمانے کا مرزا غلام احمد قادیانی ہو، جس نے بھی نبوت کا دعوی کیا وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوا اور آخرت میں بھی وہ ذلیل و خوار ہوا۔ تو وحی کا دروازہ بند ہے۔جب وحی کا دروازہ بند ہے اور یہ دین مکمل ہے ،اور دین مکمل ہوا تھا نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہی ،''الیوم اکملتُ لکم دینکم'' ۔''الیوم ''، آج کے دن یہ دین مکمل ہو گیا۔ اب زیادتی کی گنجائش نہیں ''وأتممت عليكم نعمتي'' اور کمی کی بھی گنجائش نہیں ہے۔یہی دین پورا ہے، یہی حدیں ہیں دین کی، نہ اس سے زیادہ ہے نہ اس سے کم ہے۔اور دین میں عقیدہ بھی ہے عبادات بھی معاملات بھی، سب

کچھ شامل ہے۔معاملات ہو جن کا تعلق ہے دین کے ساتھ یعنی شادی بیاہ معاملات۔ دیکھئے کوئی شادی بیاہ اپنی مرضی سے بغیر شریعت کے کر سکتا ہے؟ نہیں! تو دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جس میں صرف عقائد و عبادات ہی نہیں بلکہ معاملات کو بھی سنوارا ہے۔اور ایک طریقہ بیان کیا ہے۔ اس طریقے کے مطابق جو زندگی گزارتا ہے وہ راہ راست پر ہے صراط مستقیم پر ہے، اور جو اس طریقے کی بنیاد پر زندگی نہیں گزارنا چاہتا ، اپنی مرضی کرنا چاہتا ہے تو وہ راہ راست سے دور ہے۔تو سب سے پہلے بات تھی کہ عقیدے کا علم جو ہے وہ قرآن حدیث سے لیا جائے گا، قرآن مجید سے اور صحیح احادیث سے۔

(۲): دوسرا کیا تھا؟ علم وہ نہیں جو ہم سن کے بھول جاتے ہیں، علم وہ ہوتا ہے جو دل میں ہوتا ہے اور جو ہمیں سمجھ آتا ہے اور جس پر ہم عمل کرتے ہیں۔دوسرا تھا فطرت انسان کی، انسان کس فطرت پر پیدا ہوا؟ یعنی پیدائشی طور پر کچھ ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو آتی ہے ۔ ان کا علم اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو دے دیا جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔اس کے لئے میں نے ایک ظاہری مثال دی، جیسے بچہ پیدا ہوتا ہے اور ماں اس کو اپنے سینے کے قریب کرتی ہے تو بچہ دودھ پینا شروع کر دیتا ہے۔ اس بچے کو کس نے یہ علم دیا کہ تم نے اس طریقے سے چوسنا ہے۔اور Negative Pressure بنایا

جاتا ہے منہ میں۔ جب بچہ چوستا ہے، Negative Pressureبنتا ہے منہ کے اندر ، یعنی ایک پھونک مارنا آسان ہے چوسنا مشکل ہے، یاد رکھیں۔ اس بچے کو کس نے تعلیم دی کہ آپ نے چوسنا ہے، زندگی آپ کی اسی میں ہے، نہیں چوسو گے تو مر جاؤ گے۔ اللہ کی قسم اگر دنیا کی پوری طاقت مل جائے، زمین و آسمان کی طاقت مل جائے اور اس بچے کو تعلیم دینا چاہیں کہ تم نے چوسنا ہے، کبھی چوس نہیں سکتا۔ بچے کو کوئی تعلیم نہیں دے سکتا کہ اس نے دودھ کو چوسنا ہے، سوال پیدا نہیں ہوتا، دنیا کے ڈاکٹر ،انجینئر ،دنیا کے بادشاہ اکٹھے ہو جائیں اور اسے یہ تعلیم دینا چاہیں کہ تم نے چوسنا ہے کبھی چوس نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خود ذمہ لیا کہ اس بچے کو پہلے سے علم دے دیا کہ تم نے جا کے ہی چوسنا ہے۔اور اسی طریقے سے اللہ تعالیٰ نے اس علم کے ساتھ جو ہمیں ظاہری نظر آتا ہے، فطرت کے طور پر یہ علم بھی دے دیا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اللہ تعالیٰ ہی رب ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے، مالک ہے، رزاق ہے، نفع و نقصان کا مالک ہے، مشکل کشا، حاجت روا اورزندگی موت کا مالک صرف اورصرف اللہ تعالیٰ ہے۔یہ فطرتاً انسان جانتا ہے لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ یہ جو بنیادی چیزیں ہے جو فطرت سے انسان جانتا ہے ہم اس کی دعوت دے رہے ہیں اور لوگوں کو یہ سمجھا رہے ہیں، یہ دکھ کی بات ہے۔

(۳): تیسرا تھا کہ سب سے پہلا واجب مکلف پر کیا ہے؟ مکلف کسے کہتے ہیں؟عاقل اور بالغ کو ، یہ مکلف ہے۔ سب سے پہلا واجب کیا ہے اس پر کیا فرض ہے؟پہلے نماز پڑے، پہلے زکوۃ دے، پہلے روزہ رکھے، پہلے کیا کرے؟ پہلے رب کو جانے،کہ اس کا خالق کون ہے، مالک کون ہے؟ سب سے پہلا واجب کیا ہے؟ سب سے پہلا واجب ہے توحیدِ عبادت کا اقرار کرنا اور اسے سمجھنا۔کیوں توحیدِ ربوبیت کیوں نہیں؟ کیونکہ یہ تو واضح کر چکے ہے کہ انسان فطرت سے جانتا ہے یعنی عاقل بالغ ہونے سے پہلے جب وہ پیدا ہوا وہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی خالق ہے کوئی مالک ہے کوئی رازق ہے۔ وہ خود نہ خالق ہے، نہ مالک ہے، نہ رازق ہے، نہ تدبیر کرنے والا۔ یہ فطرت سے انسان جانتا ہے۔ جب وہ بالغ ہو گیا عاقل ہو گیا اب وہ سب سے پہلے اس کائنات میں دیکھے کہ اس کا رب کون ہے؟ یہ تو اس چیز کے حصول کے لئے وقت ضائع کرنا ہے جو پہلے سے موجود ہے اس کو پہلے سے علم میں ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ ایک ڈاکٹر ہے، ڈاکٹر بن چکا ہے، وہ پھر میڈکل کالج میں داخلہ لینا چاہتا ہے،آپ اسے کیا کہیں گے؟ پاگل ہے کہ نہیں؟ ڈاکٹر بن چکے ہو دوبارہ کیوں داخلہ لینا چاہتے ہو؟ پھر پانچ چھ سال زندگی کے کیوں ضائع کرنا چاہتے ہو؟ تو جب فطرتاً آپ کو پتہ ہے کہ آپ کا خالق، مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ سب سے پہلا واجب کیا ہے؟ توحیدِ

عبادت۔ یہ جانو کہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے جو تمہارا مشکل کشا ہے، حاجت روا ہے عبادت کا حق صرف اور صرف اسی کا ہے کسی اور کا نہیں ہے۔

(۴): چوتھے نمبر پر، اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کیوں بھیجا؟ اسی توحید کے اقرار کے لئے بھیجا۔اس لئے نہیں بھیجا کہ تم لوگوں کو یہ علم دو ، یہ سمجھاؤ کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے ،یا اللہ تعالیٰ رب ہے، خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے، مشکل کشا ہے، حاجت روا ہے۔ بالکل ہرگز نہیں! جتنے بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آئے، ان کا پیغام ایک ہی تھا ،''أن اعبدوا الله، مالكم من إله غيره''،اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی تمہارا معبود نہیں ہے کوئی معبود برحق نہیں۔''وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ''، بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کس لئے بھیجا؟ ''أَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ''۔ تو یہ چار چیزیں تسلسل سے ہے۔اس ترتیب سے بہت ضروری ہے۔

پھر پچھلے درس میں مقدمے کے طور پر جیسے شیخ صاحب نے بیان کیا تھا کہ چار چیزیں ہے ،واجب ہیں سب پر کہ ان کا علم حاصل کیا جائے۔چار مسئلے ہیں۔کون سے مسائل ہیں؟ ''العلم، العمل، و الدعوة إليه، والصبر على الأذى فيه''۔علم بیان کیا تھا کہ کیا ہے۔ علم وہ ہے ''وهو معرفة الله

ومعرفة نبيه ومعرفة دين الإسلام بالأدلة‘‘ تو یہ بھی بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا مطلب کیا ہے ، مقصد کیا ہے۔صرف یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے کہ اللہ رب ہے ہر گز نہیں۔ وہ معرفت جو آپ کے سر کو خم کردے، جوفرمانبرداری کی انتہاء تک آپ کو پہنچادے وہ معرفت ہے۔بہت سارے لوگ یہ جانتے ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے ہندو بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے ،یہودی بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے ،اللہ تعالیٰ رب ہے لیکن اس جاننے کا کوئی فائدہ ہوا انہیں۔کیوں فائدہ نہ ہوا۔اگر وہ مسلمان بھی ہے کہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے تو پھر قبر کا طواف کرے تو فائدہ کیا ہوا کوئی فائدہ نہ ہوا۔تو جاننے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو یہ علم ہو۔۔۔۔جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ،اللہ تعالیٰ کی ذات ، اللہ تعالیٰ کے صفات اللہ تعالیٰ کی توحید،اللہ تعالیٰ کا پیغام جو علم آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ علم آپ کو کیا مفاددے گا صرف یہ جاننا کافی نہیں ہے۔یاد رکھیں یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ واحد معبود ہے کافی نہیں ہے جب تک اس پر عمل نہیں کیا جاتا اور عمل تب ہو گا جب آپ اپنے آپ کو اپنے رب کے حوالے کر دیں گے۔ اور پھر یہ بیان کیا تھا کہ دلیل کی اہمیت کیا ہے۔دلیل کیوں سمجھنی چاہئے ہمیں اور پھر عمل کی اہمیت کیا ہے پھردعوت اور تبلیغ کی چند بنیادیں اور صبر کی اہمیت بیان کی تھی۔آج کے درس کی طرف لوٹتے ہے اور شروع کرتے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں، یہ دوسرا مقدمہ میں بیان کر رہا ہوں، ''إعلم رحمك الله''، یہ جان لو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ پھر دعا، ''إعلم''، یہ جان لو۔ فعل امر ہے تنبیہ کے لئے۔ یہ جان لو اللہ تم پر رحم فرمائے اور یہ بھی بیان کیا تھا کہ رحم فرمانا دعا ہے، شیخ صاحب سے۔ شیخ صاحب دعا کر رہے ہیں پڑھنے والے کے لئے، سننے والے کے لئے۔ اور جہاں تک اس رسالے کی تعلیم جائے گی، تو اس کے آغاز میں دعا ہے، شیخ صاحب اس کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اور رحم فرمانے کا مطلب کیا بیان کیا تھا؟ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جو گناہ کر چکے ہیں، ان سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو آگے گناہ ہوں گے اللہ تعالیٰ ان سے آپ کو محفوظ فرمائے۔ کتنی پیاری دعا ہے! گناہ تو انسان سے ہو ہی جاتے ہیں، انسان جو ٹھہرا، گناہ تو ہوں گے۔ تو شیخ صاحب دعا کر رہے ہیں کہ اگر پچھلے گناہ کر چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے، اور آپ کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جو گناہ آپ نے کرنے ہیں آگے اللہ تعالیٰ ان سے آپ کو دور فرمائے۔ ''أنه يجب على كل مسلمٍ ومسلمةٍ''، بے شک واجب ہے، ہر مسلم مرد اور مسلم عورت پر، ''تعلم هذه المسائل الثلاثِ''، ان تین مسائل کو سمجھے، ''والعملُ بهنَّ''، اور ان پر عمل بھی کرے۔ کیونکہ علم بغیر عمل فائدہ ہی نہیں! وہ کون سی قوم تھی جس نے علم حاصل کیا عمل نہیں کیا؟ یہود! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''غير المغضوب عليهم''، وہ ''مغضوب عليهم'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر ہے جو علم حاصل کرتی ہے

عمل نہیں کرتی! چاہے وہ کل کے یہودی ہوں یا چاہے وہ آج کے مسلمان ہوں، کوئی بھی ہو، اللہ تعالیٰ کا قانون ایک ہے۔ علم حاصل کیا اور عمل نہیں کیا، کوئی فائدہ نہیں! اور وہ کون سی قوم تھی جس نے عمل کیا بغیر علم کے؟ نصاریٰ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ولا الضالین''، وہ گمراہ ہیں! اور یاد رکھیں، کیا گمراہوں پر اللہ تعالیٰ غاضب نہیں؟ گمراہوں پر غضب ہے کہ نہیں اللہ تعالیٰ کا؟ گمراہوں پر بھی ہے۔ لیکن یہودیوں کو خاص غضب لفظ دیا، حالانکہ وہ بھی گمراہ ہیں۔ یہودی گمراہ نہیں ہیں کیا؟ وہ بھی ''ضالین'' میں ہیں اور ''مغضوب علیهم'' بھی ہیں، دونوں۔ لیکن جس نے علم حاصل کر کے عمل نہ کیا اور جس نے بغیر علم کے عمل کیا دونوں ''مغضوب علیهم''، دونوں ''ضالین'' ہیں۔ لیکن یہودیوں کا عمل، جوانہوں نے عمل نہیں کیا علم حاصل کیا، وہ زیادہ خطرناک ہے اس سے کہ کوئی شخص عمل بغیر علم کے کرے۔ دونوں ''مغضوب علیهم''، دونوں ''ضالین'' ہیں! لیکن فرق بیان کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہودی پہلے آئے تھے اور نصاری بعد میں آئے تھے۔ اور نصاری نے عبرت حاصل نہیں کی، یہودیوں سے وہ سیکھتے، بھئی جب یہ غلطی کر چکے ہیں ''مغضوب علیهم''، تو ہمیں آگاہ ہونا چاہئے، وہ لوگ بھی آگاہ نہیں ہوئے۔ جیسا انہوں نے کیا انہوں نے ان سے بد تر عمل کیا۔ اُنہوں نے علم بغیر عمل کے، اِنہوں نے عمل بغیر علم کے!

الأولى : سب سے پہلا مسئلہ، ''أنَّ الله خلقنا، ورزقنا، ولم يتركنا هملاً''، یہ دوسرا مقدمہ ہے رسالے کا۔ پہلا مقدمہ ''العلم والعمل والدعوة إليه والصبر على الأذى فيه''۔ دوسرا مقدمہ ہے یہ۔ میں نے شروع میں بیان کیا تھا کہ تین مقدمے ہیں اور خاتمہ ہے۔

''الأولى'' اب یہ تین چیزیں ہر مسلمان مرد وعورت پر سمجھنا، علم حاصل کرنا واجب ہے۔ یہ کیا چیزیں ہیں؟ ''الأولى'' پہلی ''أنَّ الله خلقنا''، کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا۔ ''ورزقنا''، اور ہمیں رزق عطا فرمایا، ''ولم يتركنا هملاً''، اور ہمیں ایسے ہی نہیں چھوڑ دیا۔ ''مهمل''، مہمل اس چیز کو کہتے ہیں جس کا کوئی وارث نہیں، جس کا کوئی دیکھنے والا نہیں۔ ''أنَّ الله خلقنا''، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا۔ پیدا کرنے والی صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔ یہ پہلی بنیاد شیخ صاحب بیان کر رہے ہیں۔ اے سننے والے سنو، کہ ہمیں یعنی سب کو یعنی پوری کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اور ''خلق''، اللہ تعالیٰ کے صفات ربوبیت میں سے ایک صفت ہے، بلکہ سب سے پہلی صفت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اور یہ صفت ربوبیت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کسی اور کو نہیں دیتا، شرعی مفہوم سے۔ لغت کے مفہوم سے تو باپ بھی خالق ہے، لغت کے مفہوم سے جو عام انسان ہے جس نے اس موبائل کو پیدا کیا، اس نے اس موبائل کو پیدا کیا، جس نے بنایا اس نے پیدا کیا۔ تو لغت کے اعتبار سے تو انسان بھی خالق ہے۔ باپ بھی خالق ہے، ماں بھی خالق ہے۔ لیکن

شریعت کے اعتبار سے خالق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ پوری کائنات کو پیدا کرنے والی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور یہ بات اس لئے میں بیان کر رہا ہوں کہ بہت سارے لوگوں سے بلکہ جو اپنے آپ کو عالم کہتے ہیں ان سے بھی غلطی ہوئی۔ وہ کہتے ہیں اللہ خالق ہے ہم مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر خالق ہے اور محمد ﷺ عطائی طور پر خالق ہیں، یا غوث عطائی طور پر خالق ہیں۔ یہ کہاں سے سوچ آئی؟ اللہ تعالیٰ خالق ہے، اور ''خلق'' اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے، کسی اور کو نہیں دیتا اللہ تعالیٰ۔ اور جس خلق کی آپ بات کر رہے ہیں، کہ عطائی طور پر ہے، وہ لغوی اعتبار سے انسان بھی خالق ہے، باپ بھی خالق ہے، لغت کے اعتبار سے۔ باپ کو کیا کہتے ہیں، یا گھر کے سربراہ کو کیا کہتے ہیں؟ ''رب البیت'' کہتے ہیں! تو رب مطلب وہ ہے جو آسمانوں پر رہتا ہے؟ ''رب البیت''، کیا یہ انسان وہی رب ہے جو آسمانوں میں پر رہتا ہے؟ یہ مطلب ہے اس کا؟ ہر گز نہیں! یہ تو بچے بھی جانتے ہیں۔ یہ بات میں اس لئے تفصیل سے بیان کر رہا ہوں کیونکہ مخالفین سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ وہ لغوی اور شرعی مفہوم کو آپس میں mix کر دیتے ہیں، فرق نہیں سمجھتے۔ اور دین اسلام ایک عظیم دین ہے۔ عربی زبان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اتارا ہے، یہ عربی زبان دنیا کی بہترین زبان ہے۔ ایسی کوئی زبان میں نے نہیں دیکھی، اور نہ کبھی تھی اور نہ کبھی ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی زبان کو چنا ہے وجہ کے لئے مقصد کے لئے۔ اور عربی زبان چونکہ عرب پہلے بھی بولتے تھے، تو ''خلق''، ''خالق''، عربی زبان میں پیدا کرنے والے کو کہتے تھے، چاہے

انسان جو باپ ہے اسے بھی کہتے اس نے بچہ کو ''خلق'' کیا، لغت کے اعتبار سے۔ یہ رب ہے، یہ سر براہ ہے یہ قبیلہ کا سردار ہے، یہ گھر کا رب ہے۔ تو یہ لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ لیکن جب شریعت آئی تو لغوی لفظ کو تبدیل کر کے شریعت کے لفظ میں لے کے آئے۔ میں نے مثال بیان کی تھی، 'صلوۃ'، نماز، اگر میں کہوں چلیں نماز پڑھیں، کسی شخص کے ذہن میں یہ آسکتا ہے کہ اٹھو دعا مانگیں؟ سب مسجد کی طرف رخ کر کے، وضو کر کے مسجد کی طرف جائیں گے۔ 'صلوۃ'، عربی لغت میں صلوۃ کا مطلب ہے 'دعا'۔ لیکن جب وحی نازل ہوئی نبی کریم ﷺ پر تو دعا کا صلوۃ کا مطلب بھی موجود رہا لغت کا، لیکن اس کے ساتھ ایک خاص مفہوم دوسرا آگیا، نیا۔ وہ کیا تھا؟ کہ وہ عبادت جو قولی اور فعلی ہے، جو تکبیرِ تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام سے ختم ہوتی ہے، جس کو ہم نماز کہتے ہیں۔ تو ''خلق''، ''رزق''، جتنی بھی اللہ تعالیٰ کے صفات ہیں لغوی اعتبار بھی موجود تھا اور ہے، اور شریعت کا اعتبار بھی موجود ہے۔ جب اللہ تعالیٰ خالق ہے تو شریعت کے اعتبار سے خالق ہے، لغت کے اعتبار سے بھی خالق ہے۔ جب مخلوق خالق ہے تو صرف لغت کے اعتبار سے خالق ہے بس! شریعت کے اعتبار سے کوئی خالق ہو ہی نہیں سکتا! کوئی یہ نہ کہے کہ ذاتی ہے یا کسی طریقے سے۔ کہ دونوں کا مفہوم mix کر کے وہ کہے دیکھیں ''لأهب لك غلاما زكيا''، جبریل علیه الصلاة والسلام نے مریم علیها الصلاة والسلام سے یہ کہا کہ میں تمہیں بیٹا دینے آیا ہوں۔ کتنی دکھ کی بات ہے! واللہ عالم تو دور کی بات ہے، کسی اعرابی عربی جو بدو صحرا میں رہتے ہیں، جس کو عربی آتی

ہے، آپ یہ آیت پڑھ کے سنائیں ''إنما أنا رسول ربك لأهب لك غلاما زكيا''، اللہ کی قسم اس کے ذہن میں کبھی نہیں آئے گا کہ جبریل بیٹا دینے والا ہے۔ یہ وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم علماء ہیں وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں، جان بوجھ کے یا غلط فہمی سے جیسے بھی انہوں نے غلط سمجھا ہے کہ جبریل علیه الصلاة والسلام نے یہ کہا کہ اے مریم میں تجھے بیٹا دینے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر خالق ہے اور جبریل علیه الصلاة والسلام عطائی طور پر خالق ہیں۔ اور جب جبریل علیه الصلاة والسلام پیدا کر سکتے ہیں، بچہ دے سکتے ہیں تو محمد ﷺ جبریل علیه الصلاة والسلام سے زیادہ افضل ہیں، زیادہ اشرف ہیں، فضیلت ان کی زیادہ ہے، زیادہ بہتر ہیں۔ تو محمد ﷺ کیوں نہیں دے سکتے؟ وہ بھی دے سکتے ہیں۔ جب محمد ﷺ دے سکتے ہیں تو محمد کے پیارے کیوں نہیں دے سکتے؟ تو علی بھی دے سکتا ہے، غوث بھی دے سکتا ہے، ولی بھی دے سکتا ہے۔ بات کہاں تھی کہاں تک لے کے آئے! تو ''أَنَّ الله خلقنا'' سب سے پہلے یہ جان لو، سب جان لو کہ پیدا کرنے والی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، کوئی اور ہے نہیں! اس لئے تاکید کی ''أَنَّ''، تاکید کے لئے۔ کہ آپ کا ذہن کہیں اور نہ جائے، کہ شک بھی نہ ہو کہ کوئی اور بھی پیدا کر سکتا ہے۔ ہر گز نہیں! ذاتی طور پر بھی اللہ خالق ہے، عطائی طور پر مخلوق خالق ہو نہیں سکتی، یاد رکھیں۔ اور یہ 'ذاتی' اور 'عطائی' جو بدعی الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں ان سے گریز کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ انہی الفاظ سے عوام الناس میں بھی بگاڑ پیدا ہوا اور ان میں بھی غلط فہمیاں ظاہر ہوئیں۔ ''أَنَّ الله

خلقنا''،اللہ تعالیٰ نے کیسے انسان کو پیدا کیا؟ جانتے ہیں؟ محتاج اور کمزور پیدا کیا، مسکین پیدا کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو ایسی مخلوق پیدا کرتا جسے کبھی بھوک نہ لگتی، کبھی پیاس نہ لگتی، کبھی تکلیف نہ ہوتی، بہترین طریقے سے اسے پیدا کرتا اور وہ انسان کسی کا محتاج نہ ہوتا۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی مخلوق کو پیدا کیا جو اپنے رب کی محتاج ہے۔ اس مخلوق کا کمال اپنے رب کی محتاجی میں ہے، یاد رکھیں۔ اس مخلوق کا کمال اپنے رب کی بندگی میں ہے۔ اس لئے ''ورزقنا''، جہاں پر خلق ہے وہاں پر رزق بھی ضرور ہے۔ پیدا کیا محتاج، تمہیں بھوک بھی لگے گی، پیاس بھی لگے گی، تم رزق کے محتاج ہو گے۔ کس سے مانگو گے؟ اپنے خالق سے مانگو گے۔ بس یہ قاعدہ یاد رکھو، جس نے تمہیں پیدا کیا اسی سے مانگو۔ اگر تمہیں علی نے پیدا کیا تو علی سے جا کر مانگو۔ کس نے پیدا کیا تمہیں؟ جب پیدا کرنے ولی صرف ایک ذات ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ، تو پھر ناانصافی کیوں کرتے ہو؟ جس نے پیدا کیا اسی سے رزق کیوں نہیں مانگتے ہو؟ پیدا اللہ تعالیٰ کرے، اور رزق کسی اور سے جا کر مانگو! ''ورزقنا''، اور بھی اللہ تعالیٰ نے دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں انسان کو محتاج پیدا کیا؟ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ میرا بندہ یہ کہے: اے اللہ تعالیٰ میں بھوکا ہوں مجھے رزق عطا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ میں پیاسا ہوں، تیرے سوا میرا کوئی نہیں ہے مجھے پانی عطا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ میں مریض ہوں مجھے شفا عطا فرما۔ کہ یہ بندہ ہمیشہ رب ہی سے جڑا رہے، یہ تعلق اللہ تعالیٰ نے بنا دیا۔ یہ کہیں اور نہ جائے، ''أنَّ اللہ خلقنا، ورزقنا''۔

''ولم يترکنا هملاً'' اچھااللہ تعالیٰ نے پیدا بھی کیا، رزق بھی دے دیا، صحت بھی ہے رزق بھی ہے۔اب یہ انسان اس دنیامیں آیااوراس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے اس انسان کے لئے مسخر کر دیا، اشرف المخلوقات ہے یہ۔ایسے ہی چھوڑ دیا، کہ چلو بھئی میں نے تمہیں پیدا بھی کیا، رزق بھی میں دیتاہوں، اب تمہاری مرضی ہے، جو بھی تمہیں کرنا ہے جاکر کرو! یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تو نہیں! جب اشرف المخلوقات بنایاہے، تو اسے اشرف المخلوقات عملاً بھی بنایاہے، صرف قولاً نہیں! کہ جاؤ تم اشرف المخلوقات ہو جاؤ۔ نہیں ہر گز نہیں! کیونکہ اگراللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہوتی کہ پیدا بھی میں نے کیا، رزق بھی میں دیتاہوں، پھراس انسان میں اور جانور میں کیافرق تھا؟ جانور کو کس نے پیدا کیا؟ کون رزق دیتاہے؟ پھر تو جانوراور انسان برابر تھے! پھر اشرف المخلوقات کیسے ہوتا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو جب یہ فضیلت بخشی اور یہ شرف بخشا، تو اسے ایسے ہی نہیں چھوڑا، ''لم يترکنا هملاً''۔ تو کیا کیا؟ آخر کیاوہ ذریعہ تھا؟ اللہ تعالیٰ نے وہ کیا کیاانسان کے ساتھ جو کسی اور مخلوق کے ساتھ نہیں کیا؟ یہ بھی انعام ہے اللہ تعالیٰ کا کہ انسان کو انسان پیدا کیا، یہ سب سے بڑااحسان ہے، بلکہ سب سے پہلا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا۔اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم بھی کوئی درند پرند ہوتے۔ ہم اس دنیا میں اپنی مرضی سے آئے ہیں؟ ہم انسان کیا اپنی مرضی سے ہیں؟ سبحان اللہ! کوئی دنیا کا مائی کا لال کہہ سکتا ہے کہ میں انسان اپنی مرضی سے پیدا ہوا ہوں؟ اللہ چاہتاتو ہم کبھی کوّا، کبھی بلی، کبھی شیر، کچھ بھی ہو سکتے تھے! یا دیوار کا ٹکڑا ہوتے یہاں پر! اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ یہ انسان بنے۔ تو پیدا بھی اللہ تعالیٰ نے

کیا۔ ہم انسان ہیں، ہمارے بس میں کچھ نہیں تھا، ہم انسان پیدا ہوئے۔ محتاج ہیں ہمارے بس میں کچھ نہیں تھا، ہم محتاج ہی پیدا ہوئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ شرف بخشا۔ اب اللہ تعالیٰ نے شرف کیسے بخشا؟ کہ اپنے ساتھ ایک ذریعہ بنا دیا اس انسان کا۔ اس کو عقل دی ہے، جانور کو عقل سے محروم رکھا ہے۔ جب انسان کو عقل دی ہے، سمجھ دی ہے، مکلف بنایا ہے، اب ایک ذریعہ اپنے لئے بنا دیا۔ کیا ذریعہ تھا؟ شیخ صاحب فرماتے ہیں ''بل أرسل إلينا رسولاً''، ہمارے لئے رسول بھیجے۔ اور ہر قوم کے لئے رسول بھیجے، ہمارے لئے بھی، ''أرسل إلينا'' ہمارے لئے رسول بھیجے۔ اور رسول اللہ تعالیٰ کے نیک اور پیارے بندے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا چناؤ مخلوق کے چناؤ جیسا نہیں ہوتا یاد رکھیں۔ انسان اپنے لئے کیا چنتا ہے؟ ہماری عقل بھی ناقص ہے، ہماری سوچ بھی ناقص ہے، ہم ضعیف اور کمزور ہیں، جب یہ ناقص انسان اپنے لئے کوئی چیز پسند کرتا ہے، تو کون سی چیز پسند کرتا ہے؟ جس میں کوئی نقص ہو، کوئی عیب ہو؟ کوئی سوچ سکتا ہے؟ آپ گاڑی لینے جاتے ہیں، ایک گاڑی پر تھوڑی سی ضرب لگی ہے اور گاڑی بالکل صاف ہے، کون سی گاڑی لیں گے؟ ایک ہی قیمت ہے دونوں کا۔ عیب والی لیں گے کبھی؟ سبحان اللہ! یہ تو ہے بے چارہ انسان۔ یہ محدود العقل والا، ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔ تو احکم الحاکمین کی حکمت یہ ہے کہ بہترین انسان جو تا قیامت پیدا ہونے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو چنا اور اپنا نبی بنا دیا، ''المصطفين الأخيار''۔ یعنی ان سے بہتر اس زمین پر کسی انسان نے قدم نہیں رکھا، سب سے بہترین۔ اور یاد رکھیں جتنے بھی انبیاء علیہم

الصلوٰۃ والسلام آئے وہ نبوت سے پہلے بھی بہترین انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ کا جب یہ انتخاب تھا، یہ چناؤ تھا، یہ نہیں تھا کہ پہلے اچھے نہیں تھے، پھر اچھے ہوئے، ہر گز نہیں! وہ شروع سے ہی بہترین لوگ تھے۔ اس لئے نبی رحمت ﷺ کو کیا کہا گیا تھا؟ ''الصادق الامین ''۔ مشرک تھے، کافر تھے، دشمن تھے، لیکن دشمنی کے باوجود بھی الصادق الامین کہتے تھے۔ ابو جہل ان کا سردار تھا، امانت ان کے گھر نہیں رکھتے تھے کبھی، کھا جائے گا۔ دشمنی کے باوجود بھی امانت نبی رحمت ﷺ کے گھر میں آکر رکھتے تھے۔ دشمن ہے لیکن مال نہیں کھائے گا، دشمن ہے لیکن جھوٹ نہیں بولے گا کبھی۔ ابو جہل جو بھی بولتا ہے، حالانکہ سردار ہے، اس کی بات بھی سنتے ہیں، اس کے لئے اپنی جان دینے کے لئے تیار ہیں، جنگ بدر میں گئے، اپنی گردنیں کٹوا دیں وہاں پر۔ لیکن الصادق الامین ہیں ﷺ۔ جھوٹ کبھی نہیں بولتے، اور کبھی خیانت نہیں کرتے۔ تعجب کی بات ہے کہ نہیں؟ اور یہ طالب علم کے لئے یاد رکھیں، بہت اہم بات ہے! کہ جس طالب علم یا جس مسلمان کے پاس یہ دو ہتھیا نہیں ہیں، سچائی کا اور امانت کا، اس کی بنیاد ہی بگڑی ہوئی ہے، یاد رکھیں۔ یہ دو بنیادیں ہیں، حسن خلق کی دو یہ بنیادیں ہیں سب سے بڑی۔ بغیر سچائی کے آپ کے اخلاق اچھے ہو ہی نہیں سکتے! اور بغیر امانت کے آپ کے اخلاق اچھے نہیں ہو سکتے۔ جب الصادق الامین تھے یہ بنیاد تھی۔ جب وحی نازل ہوئی، تو ان بنیادوں پر کافروں نے جھٹلایا نہیں۔ کافروں نے دشمنی اختیار کی ہے، لیکن دین کو نہ جھٹلا سکے، الصادق الامین۔ تو اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صادق تھے،

امین تھے۔ وجہ کیا ہے؟ کیونکہ اگر ایسے شخص پر وحی نازل ہوتی، جو کبھی جھوٹ بولتے، جو بھول کے جھوٹ بولتے، جو کبھی خیانت بھی کرتے ہیں، تو کون ان کی بات سنے گا؟ ہو سکتا ہے کہ یہ ابھی بھی جھوٹ بول رہے ہوں، ہو سکتا ہے کہ یہ خیانت کر رہے ہوں، کوئی جن آتے ہوں، جن ان سے کوئی ایسی بات کرتے ہوں، یا کہیں اور کسی شخص کی باتیں ہمیں سنا رہے ہیں۔ لیکن جب الصادق الامین تھے، تو کسی نے دشمنی میں آکر یہ الفاظ کہے ہوں، یاد رکھیں، لیکن ان کی ذات پر کسی نے ایسا attack نہیں کیا۔ دشمنی تھی، وہ کی ہے۔ ابو جہل نے کیا کہا تھا؟ میں مانتا ہوں کہ یہ نبی ہیں۔ پتا ہے؟ ابو جہل مان چکا تھا! لیکن میں یہ کیسے مانوں جب ہم دونوں چچازاد بھائی تھے، جب ہم دونوں قومیں ایک دوسرے کے برابر آئے، جیسے گھوڑے کی race ہوتی ہے نہ، دونوں برابر ہوتے ہیں، اب انہوں نے کہا ہمارا نبی ہے ہمارا نبی کہاں سے آیا؟ وہ ہم سے آگے ہو گیا۔ تو ہمارے میں سے کوئی نبی نہیں، ہمارے چاچا کے بیٹوں میں سے نبی تو نکل آیا، ہمارا نبی کہاں سے آئے گا؟ اسی لئے ہم نے جھٹلایا۔ اس نے اقرار کیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی کفر پر مرا، خود بھی ہلاک ہوا اپنے ساتھ بہت سے لوگوں کو بھی ہلاک کیا۔ جیسے آج کے دور میں بہت سے لوگ علم کا دعوی کر کے خود بھی ہلاک ہو رہے ہیں، اور لوگوں کو بھی ہلاک کر رہے ہیں۔ جب رسول الصادق الامین ہیں، سچا ہے، اللہ تعالیٰ نے چنا ہے، بھیجا ہے ہمارے لئے، وحی بھی بھیجی ہے، اور وہ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ وحی صحیح ہے، قرآن تو صحیح ہے اس میں کوئی ضعیف نہیں ہے۔ اور حدیث بھی صحیح ہمیں مل جائے، پتہ

لگ جائے کہ حدیث صحیح ہے، ہمارا کیا کام ہے؟ ''فمن أطاعه دخل الجنَّة''، کتنا آسان ہے۔ بس جس نے اس نبی کی فرمانبرداری کی، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ ''ومن عصاه دخل النار''، اور جس نے اس نبی رحمت ﷺ کی نافرمانی کی وہ جہنم میں داخل ہو گیا۔ دیکھیں جنت اور دوزخ کتنی قریب ہے انسان کے۔ فرمانبرداری ہے سر تسلیم خم کر کے، جنت ہے، نافرمانی ہے تو جہنم ہے، اب آپ کی مرضی ہے۔ ''وهديناه النجدين''، دونوں راستے اللہ تعالیٰ نے دکھا دئے۔ جنت کا راستہ چاہئے، فرمانبرداری ہے، اللہ کی قسم اگر تم اللہ کے بندے نہیں بننا چاہتے ہو، تو کسی نہ کسی کے بندے ضرور بنو گے، یہ اللہ کی حکمت ہے۔ انسان بندگی کرنے کے لئے پیدا ہوا، یہ ضعیف ہے۔ جیسے جب بھوک انسان کو لگتی ہے نہ اس نے بندگی بھی کرنی ہے اس لئے کوئی ''عبد الدرہم'' ہے، کوئی ''عبد الدینار'' ہے، کوئی سیاست کی بندگی کرتا ہے، کوئی بندوں کی بندگی کرتا ہے، کوئی بادشاہوں کی بندگی کرتا ہے، کوئی مال کی بندگی کرتا ہے، کوئی بیوی کی بندگی کرتا ہے، کوئی دولت، بہت سارے لوگ ہیں۔ آپ نے کس کی بندگی کرنی ہے؟ بندگی کر کے رہو گے! تو آپ کو کتنا بڑا شرف اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے، آپ اللہ تعالیٰ کے بندے رہو، کسی اور کے بندے نہ بنو۔ کوئی ''عبد النبي'' ہے کوئی ''عبد الرسول'' ہے، اور کوئی ''عبد الله'' ہے، کوئی ''عبد الرحمن'' ہے، کتنا فرق ہے! شرف کس کا زیادہ ہے؟ جو ''عبد الرحمن''، ''عبد الله'' ہے یا جو ''عبد النبي''، ''عبد الرسول'' ہے؟ نسبت دیکھیں، نسبت کس کی طرف

ہے؟مضاف اور مضاف الیہ۔ تمہارا اضافۃ کس کی طرف ہو رہا ہے؟ کبھی سوچا ہے؟ ''عبد اللہ'' کا اضافۃ اللہ کی طرف ہو رہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، بس یہ جانتا ہوں میں۔ ''عبد النبي''، ''عبد الرسول'' یا ''عبد الولي''، یا ''عبد الدرہم''، ''عبد الدینار'' آپ کی مرضی ہے! تو انسان کا شرف اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہے۔ اور یاد رکھیں، بندگی کر کے رہو گے۔ جب دنیا میں آئے ہو، جیسے میں نے پہلے ہی بیان کیا کہ جیسے بھوک اور پیاس لگتی ہے، ایسے انسان بندگی کے لئے تڑپتا ہے، یاد رکھیں۔ مجھے تعجب ہوا، ایک دفعہ میں نے اخبار میں پڑھا کہ انگریز، یہ سلجھی ہوئی قوم جسے ہم سلجھی ہوئی کہتے ہیں، دنیا کا علم حاصل کرنے کے toppers ہیں یہ لوگ، دنیا کا علم ان جیسا کسی کے پاس نہیں، پروفیسر کی ڈگری ہاتھ میں، ہندو مذہب اپنا لیا، بت کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہوا ہے، دیکھئے وہی بات ہے کہ بندگی کر کے رہو گے، لیکن یہ کس کی بندگی کرنی ہے تم نے؟ اب بت کی کرنی ہے جا کر کرو! لیکن اونچائی اور شرف اور عزت اس میں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے بنو۔ ''فمن أطاعه دخل الجنّة، ومن عصاه دخل النار''، دو ٹوک باتیں ہے تیسری نہیں ہے۔ جنت کی تڑپ ہر انسان رکھتا ہے، ہر انسان، صرف مسلمان نہیں، ہر انسان، ہندو، یہودی، عیسائی، مسلم، کسی سے پوچھیں یہودی کہے گا مجھے سورگ چاہئے، اور مسلمان کہے گا مجھے جنت چاہئے۔ سب کو جنت چاہئے۔ لیکن راستہ کیا ہے؟ فرمانبرداری۔ اس رسول کی فرمانبرداری کرو مکمل طور پر۔ ایک فرمانبرداری ہوتی ہے کچھ حصوں میں فرمانبرداری ہے کچھ حصوں میں

نہیں ہے۔ یہ فرمانبرداری نہیں ہے یاد رکھیں۔ فرمانبرداری مکمل فرمانبرداری! یہ نہیں کہ جو آپ کی من مانی، جو آپ کی ہوائے نفس آپ کو کہے، اس میں فرمانبرداری اپنے نفس کی کرنی ہے، اور جو آپ دیکھیں کہ یہ ٹھیک ہے اس حدیث پر عمل کر لیتے ہیں، اس حدیث پہ عمل کر لیں۔ حدیث رسول ﷺ آگئی ہے، اس پر عمل کرو بس۔ یہ نہیں کہ یہ حدیث کو مانتے ہیں، اور وہ حدیث کو نہیں مانتے، کیوں؟ کیونکہ ہمارے امام نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔ سبحان اللہ! یہ فرمانبرداری ہے؟ یہ کیسی فرمانبرداری؟ یہ تو ادھوری فرمانبرداری ہے! جنت ادھوری نہیں ملتی یاد رکھیں۔ جنت پوری ملتی ہے۔ یہ نہیں کہ ادھوری فرمانبرداری پر ادھوری جنت ملے گی، ہر گز نہیں! فرمانبرداری مکمل ہو گی جنت ملے گی، ورنہ جنت سے محرومی ہے یاد رکھیں۔

''والدلیل''، شیخ صاحب کے اس رسالے میں اور باقی جتنی بھی تصنیفات ہیں شیخ صاحب کی، ہر بات کی دلیل بیان کرتے ہیں۔ یعنی اپنی طرف سے کچھ بولتے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر دے، اور ان پر رحم فرمائے، کہ ہمیں اتنا آسان راستہ دکھا کر گئے ہیں، اور یہ علم آسان کر کے گئے ہیں۔ دلیل کیا ہے؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ''إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولاً شَاهِداً عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولاً''، سورۃ المزمل آیت ۱۵ اور ۱۶ میں۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''إِنَّا أَرْسَلْنَا''، بے شک ہم نے بھیجا تمہاری طرف ''إِلَيْكُمْ رَسُولاً شَاهِداً عَلَيْكُمْ''، ایسا رسول جو تم پر گواہ ہے، ''كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى

فِرْعَوْنَ رَسُولاً''، جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا، یعنی موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ''فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ''، فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی ، موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کی۔ تو اس کی جزا کیا تھی؟ ''فَأَخَذْنَاهُ أَخْذاً وَبِيلاً''، ہم نے اس کو پکڑا، شدید طریقے سے اور شدید عذاب چکھایا۔ اور صحیح بخاری میں نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: '' كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى''، میری ساری کی ساری امت جنت میں جائے گی، سوائے ان کے جو انکار کرتے ہیں۔ صحابہ کرام نے سوال کیا ''یا رسول الله''، ''ومن يأبى؟'' کون ہوں گے جو انکار کریں گے؟ کوئی ایسے ہیں جو انکار کریں جنت میں جانے سے؟ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبى''۔ جس نے میری فرمانبرداری کی، جنت میں چلا گیا، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے انکار کیا، جنت میں جانے سے انکار کیا۔ اور یہ جنت میں جانے سے اس کے انکار سے اس کا ٹھکانہ کیا ہے؟ جنت کے علاوہ دوسری جگہ جہنم ہے، یاد رکھیں۔ تو وہ خود جہنم میں جانا چاہتا ہے انکار کر کے۔ اور اس قاعدے میں یا پہلے اس مسئلے میں جو شیخ صاحب نے بیان کیا ہے، یاد رکھیں جس رزق کے تعلق سے اور خلق کے تعلق سے، صحیح حدیث میں آیا ہے، نبی رحمت ﷺ نے فرمایا، ''یاابن اٰدم تفرغ لعبادتي''، اے آدم کے بیٹے، میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، وقت نکال میرے لئے۔ ''''، میں تمہارے سینے کو امیری سے بھر دونگا اور تمہاری غربت کو، فقر کو مٹا ڈالوں گا۔ ''وإن لم تفعل''، اگر تم ایسا نہیں کرو گے،

''''، میں تمہارے ہاتھوں کو کام سے بھر دونگا، صبح شام کام میں لگے رہو گے، رزق کی طلب میں لگے رہو گے، لیکن تمہاری فقیری، تمہاری غربت نہیں جائے گی۔ اسے احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے صحیح کیا ہے، صحیح روایت ہے۔ اے آدم کے بیٹے، فارغ ہو جاؤ۔ اگر وقت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے لئے، جس کے لئے تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں پیدا کیا، ''وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون''، اگر نہیں وقت نکالتے عبادت کے لئے تو یاد رکھیں، زندگی ساری اس دنیا کے پیچھے دوڑتے رہو گے اور پھر بھی اس دنیا کو حاصل نہ کر سکو گے۔ مٹی کا گھر ہے، یہ گھر تبدیل ہو کے محل بنگلہ ہو سکتا ہے، شیش محل ہو سکتا ہے، لیکن پھر بھی زندگی فقیروں والی ہو گی۔ مجھے یہ بھی ہو، اس کی طلب ہو اس کی طلب ہو۔ جیسے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اگر آدم کی اولاد کی (بنی آدم کی) ایک سونے کی وادی ہو تو کہے مجھے دوسری ہو، اگر دوسری مل جائے، کہے گا تیسری ہو، اس بندے کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی بھر سکتی ہے۔ لیکن آپ زندگی فرمانبرداری میں گزارو گے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقت نکال لو گے، تو پھر اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو امیری سے بھر دے گا۔ قناعت سے بھر دے گا۔ تھوڑا ہے 'الحمد للہ' بہت ہے، ارے وہ آپ کا پڑوسی جو ہے نہ اس کے پاس دو گاڑیاں ہیں، تمہارے پاس تو سائیکل ہے، 'الحمد للہ'، 'الحمد للہ'، بہت ہے میرے لئے۔ ارے تمہارے پاس ہے کیا؟ بہت ہے! کیا ہے تمہارے پاس؟ اللہ کی قسم جو ایسے شخص کے پاس ہے ناں، وہ بادشاہوں کے پاس بھی نہیں ہے! یہ قناعت، یہ خوشی جو دل کے اندر ہوتی ہے ناں، یہ سکون اور راحت اگر

بادشاہوں کو پتا چل جائے کہ اس کے سینے میں یہ راحت اور سکون ہے، اور وہ اسے نکال سکتے ہیں تلوار کے ساتھ، تو اس کو نکال لیں گے۔ یہ قناعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم تحفہ ہے۔ یہ انسان بھول جاتا ہے۔ تو عبادت کے لئے وقت نکالو، اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو مطمئن کر دے گا۔ دنیا کے پیچھے بھاگو گے نہیں، دنیا تمہارے پیچھے بھاگے گی۔

الثانية: دوسری بات شیخ صاحب فرماتے ہیں، ''أن الله ''، بے شک اللہ تعالیٰ، ''لا يرضي أن يُشرك معه أحد في عبادته''، بے شک اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کیا جائے عبادت میں، کسی کو بھی۔ ''لا ملَك مقرب''، نہ کوئی قریبی فرشتہ، ''ولا نبي مرسل''، اور نہ ہی کوئی رسول یا نبی۔ اور یہ دوسرا قاعدہ شیخ صاحب بیان کر رہے ہیں۔ دوسرا مسئلہ، ''أن الله لا يرضي أن يُشرك معه''۔ ''أَحَدٌ''، احد نکرہ ہے، ''لا''، نافیہ ہے نفی کے لئے۔ اور نکرہ في سياق النفي کیا ہوتی ہے؟ اگر نکرہ سياق النفي میں آجائے تو پھر؟ العموم! یعنی کوئی بھی نہیں! عام سا صیغہ جو عربی زبان میں استعمال کیا جاتا ہے، یعنی کوئی بھی نہیں! اسی لئے شیخ صاحب نے فرمایا: ''لا ملك مقرب، ولا نبي مرسل''، کوئی یہ سمجھے کہ جیسے پتھروں، درختوں کی بات ہو رہی ہے، نہیں! کوئی نہیں کا مطلب کوئی نہیں! عبادت میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں، نہ فرشتہ اور نہ ہی نبی۔ اور اگر فرشتے اور نبی نہیں ہو سکتے عبادت کے لائق، تو ان کے بعد کون ہو سکتا ہے؟ پھر کوئی ولی، یا کوئی دوسرا شخص ہو سکتا ہے؟ ہر گز نہیں! کیونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا

حق ہے۔اور یہ حق کسی اور کو دیناشرك في العبادة ہے۔اس کی دلیل، شیخ صاحب فرماتے ہیں، ''والدليل قوله تعالى: وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللهِ أَحَداً''، بے شک مساجد اللہ تعالیٰ کے جو گھر ہیں، ''لله''، اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں، ''فَلَا تَدْعُوا''، پس نہ پکارو، ''مَعَ اللهِ أَحَداً''، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو۔ پھر وہی بات ہے۔ ''لا''، نہی کے لئے ہے، ''مَعَ اللهِ أَحَداً''، ''أَحَداً'' نكره ہے۔ نكره في سياق النهي،تفيد العموم۔ یعنی کسی کو نہ پکارو، اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اور جب یہ صيغ العموم آجاتی ہے، تو اس میں نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی نبی، سب کی نفی ہو جاتی ہے۔ کسی کو نہ پکارو۔ اور اس میں دوسرا جملہ، پہلا قاعدہ بیان کیا تھا، جب بھی دعا کا لفظ قرآن مجید میں یا صحیح حدیث میں آئے بغیر کلمہ کے، دعا صرف، تو اس کا مطلب ہوتا ہے 'عبادت'۔ ''الدعاء هو العبادة''، تو یہاں پر یہ مطلب نہیں کہ دعا کا مطلب یہ پکار جو ہم پکارتے ہیں۔ ''فَلَا تَدْعُوا''، یعنی کوئی عبادت بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں! دوسری بات یہ ہے اسی آیت میں، مسجدوں میں کیا ہوتا ہے؟ صرف دعا ہوتی ہے؟ بلکہ مسجد میں تو نماز ہوتی ہے۔ یہ مشہور ہے ناں؟ دعا بھی ہوتی ہے نماز بھی ہوتی ہے، سجود بھی ہوتے ہیں، رکوع بھی ہوتے ہیں، پکار بھی ہوتی ہے، سب کچھ مسجد کے اندر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے صرف دعا مقصود نہیں! جو معروف دعا ہوتی ہے، پکار، بلکہ ساری کی ساری عبادات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اور تسلسل دیکھیں، پہلے یہ جاننا کہ کس نے پیدا کیا، ہم محتاج ہیں ہمارا مالک کون ہے، رازق کون ہے، کس سے ہم

رزق مانگیں، اس کے سوا ہمارا کوئی نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی رحمت سب سے بڑی نعمت ہم پر یہ نازل کی ہمیں مسلمان بنایا، اور اپنے رسول بھیجے۔ ہمارا کیا فرض ہے رسول کی طرف؟ فرمانبرداری۔ جنت چاہتے ہو، فرمانبرداری کرو، نہیں کروگے جہنم آپ کا انتظار کر رہی ہے! اس کے بعد یہ اصل بیان کیا کہ فرمانبرداری کی جو اہم بات ہے، جو رسول اہم چیز لے کے آئے وہ توحید العبادة ہے۔ اس کو کبھی نہ چھوڑنا۔ اور اس کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔

الثالثة: تیسرا مسئلہ جو شیخ صاحب یہاں بیان کرتے ہیں، ''أنَّ من أطاع الرسول، ووحَّد الله''، بیشک جس نے بھی رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی۔ یعنی بات کیا تھی؟ فرمانبرداری کرنا، فرمانبرداری کرلی ہے۔ ''ووحَّد الله''، دوسرا مسئلہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی توحیدِ عبادت میں۔ تیسرا مسئلہ شیخ صاحب فرماتے ہیں ''أنَّ من أطاع الرسول''، بیشک جس نے بھی نبی کریم ﷺ کی فرمانبرداری کی، ''ووحَّد الله''، اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان کی، توحید العبادة پر عمل کیا۔ سوال یہ ہے کہ شیخ صاحب نے توحیدِ ربوبیت کی بات کیوں نہیں کی؟ پہلے اسماء وصفات کی بات کیوں نہیں کی؟ کیونکہ وہ انسان فطرت سے جانتا ہے۔ توحید الربوبية، کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے، رازق ہے، یہ پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ پیدا بھی اللہ تعالیٰ نے کیا، رزق بھی اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اور 'خلق' اور 'رزق' اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، اس کا اقرار پہلے کرا چکے ہیں۔ جب یہ تم جان چکے ہو اور فطرت سے انسان یہ چیز جانتا ہے، تو رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا کہ وہ توحید

العبادۃ کی تعلیم دیں۔اب جب یہ بھی تم مان چکے ہو،یعنی دونوں چیزیں،(۱) اپنے رسول کی فرمانبرداری بھی کی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا،(۲) اور توحید کو بھی سمجھ چکے ہو،توحید کا مقصد توحید العبادۃ ہے،اس پر بھی عمل کر چکے ہو۔اب تیسری چیز تم پر واجب ہے،لازم ہے۔وہ کیا ہے؟''لا یجوز له موالاة من حاد الله ورسوله''،ایسے شخص کے لئے، جس کا دل توحید اور سنت رسول ﷺ سے منور ہو گیا،اس کے لئے کبھی جائز نہیں ''لا یجوز له موالاة'' ...(حصة أول)

''لا یجوز له موالاة من حاد الله ورسوله''،ایسے شخص کے لئے، جس کا دل توحید اور سنت رسول ﷺ سے منور ہو گیا،اس کے لئے کبھی جائز نہیں''لا یجوز له موالاة'' دوستی رکھنا ، اس کے ساتھ دوستی رکھے ۔ کس کے ساتھ؟''من حاد الله ورسوله'' جس نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے دشمنی کی ہے۔حاد، محادۃ سے ہے یعنی دوسری طرف، مخالفین کی طرف،جو ہمیشہ مخالفت پر تلے ہوئے ہیں،جو ہمیشہ دشمنی کرتے ہیں''لایجوز له موالاة من حاد الله ورسوله ،و لو كان أقرب قريب'' اگرچہ وہ قریب ترین رشتے دار کیوں نہ ہوں اس کے ساتھ دوستی، محبت رکھنا جائز نہیں ہے یعنی کافروں کے ساتھ مشرکوں کے ساتھ تعلق رکھنا جائز نہیں۔اس کی دلیل، شیخ صاحب فرماتے ہیں''وَالدَّلِيلُ قَوْلُهُ تَعَالَى'' دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوۡمًا يُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ يُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ اَوۡ عَشِيۡرَتَهُمۡ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ ؕ وَيُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ﴾

(المجادلۃ/22)

﴿لَا تَجِدُ قَوۡمًا﴾(یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! تم ایسی قوم نہیں پاؤ گے) ﴿يُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ﴾(جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے کر آتے ہیں) ﴿وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ﴾(اور آخرت پر بھی ایمان لے کر آتے ہیں) ﴿يُوَآدُّوۡنَ﴾(محبت کرتے ہیں، دوستی کرتے ہیں) ﴿مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ﴾(ان لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کے رسول سے دشمنی کرتے ہیں) ایسے لوگ نہیں دیکھے ہوں گے کبھی یعنی ایک ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا ایمان، آخرت کا ایمان اور دشمنوں سے، کافروں سے محبت جمع نہیں ہو سکتی، ایسا نہیں ہو سکتا۔﴿وَلَوۡ كَانُوۡۤا﴾ (اگرچہ وہ ہوں) جن سے محبت کی جا رہی ہے، جو کافر ہیں جو مشرک ہیں﴿اٰبَآءَهُمۡ﴾(ان کے باپ کیوں نہ ہوں) ﴿اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ﴾(ان کے بیٹے کیوں نہ ہوں) ﴿اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ﴾(ان کے بھائی کیوں نہ ہوں) ﴿اَوۡ

عَشِيۡرَتَهُمۡ ﴾(یا ان کا قبیلہ کیوں نہ ہو، رشتے دار کیوں نہ ہوں)﴿اُولٰٓٮِٕكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ ﴾ (وہی لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ایمان کو) ایک ہوتا ہے ایمان، جن کے دل میں ایمان ہوتا ہے، ایک ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ایمان کو۔اور فرق جانتے ہیں دونوں میں ؟ ہم لوگ ایمان لے کر آئے ہیں۔ صحابہ کرام [کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے، اللہ اکبر! کتنی بڑی نعمت ہے اور کتنا بڑا شرف ہے صحابہ کرام[کے لیے کہ اللہ تعالیٰ گواہی دے رہے ہیں کہ میں نے ایمان کو ان کے دل میں لکھ دیا۔ لیکن کب لکھا؟ جب انہوں نے اپنے باپ سے، اپنے بیٹے سے، اپنے بھائی سے اور اپنے پورے قبیلے سے جنگ کی۔ جنگ بدر میں ابو عبیدہ بن جراح t نے اپنے باپ کو قتل کیا، نہیں دیکھا؟ مصعب بن عمیر t نے اپنے بھائی کو قتل کیا﴿اِخۡوَانَهُمۡ ﴾ ﴿ اَبۡنَآءَهُمۡ ﴾سیدنا ابو بکر صدیق t کے سامنے ان کا اپنا بیٹا آ گیا، اس وقت مشرک تھے تو تلوار اٹھائی، وہ مارنے لگے لیکن وہ پھر بچ گیا، ہٹ گیا۔ جنگ کے بعد جب مسلمان ہوا تو اپنے والد سے کہتا ہے کہ اے میرے بابا، میں نے تمہیں دیکھا تھا لیکن میں نے تلوار نہیں اٹھائی۔ سیدنا ابو بکر صدیق t نے فرمایا کہ میں نے تمہیں دیکھ کر تلوار اٹھائی لیکن تم میرے ہاتھ سے بچ گئے۔ تو سیدنا ابو بکر t اپنے بیٹے کو مارنے کے لیے بھی تیار تھے۔ تو یہ وہ صحابہ ہیں۔ اب ایسے دل میں کوئی شک ہے کہ ایمان کی کمی ہو؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب ایسے دل موجود ہوں کہ پوری قوم کو چھوڑ دیا۔ ایسے صحابہ تھے جنہوں نے اپنی پوری قوم کو چھوڑ دیا ، نہیں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ﴿ اُولٰٓٮِٕكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ

الْاِيْمَانَ﴾ (ان کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا) جیسے کہتے ہیں پتھر پر لکیر ہے، آپ پتھر پر کوئی چیز لکھ دیں تو کبھی مٹتی نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کے اندر ایمان کو لکھ دیا، سبحان اللہ۔ اب دیکھیں انعامات دیکھیں، انعامات دیکھیں ذرا، جب انہوں نے یہ عمل کیا اور ایمان ان کا اتنا پختہ تھا کہ اپنے رشتے داروں کو نہیں چھوڑا جو قریب ترین رشتے دار تھے تو یہ انعام دیکھیں:

1۔﴿ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ﴾ان کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا۔

2۔﴿ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کی، ان کی نصرت کی اپنی طرف سے فرشتے بھیج کر، جبرئیل π کو بھیج کر فرشتے بھیج کر۔

3۔﴿ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾اور ان کو جنت میں داخل کر دیں گے ان جنتوں میں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں۔

4۔﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

5۔﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ﴾اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہے۔

6۔﴿ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾وہ بھی اللہ تعالیٰ پر راضی ہیں۔

7۔﴿ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ﴾وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ میں سے ہیں۔

8۔ ﴿ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ بے شک کامیاب وہ گروہ ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے۔

یعنی صرف اسی گروہ کے لیے ہے جو اس رستے پر چلے گا، یہ ایک راستہ ہے۔ آج بہت سارے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم حزب اللہ ہیں، جو اس راستے پر نہیں چلتا وہ حزب الشیطان ہے، یاد رکھیں۔ نام تبدیل کرنے سے حقیقت تبدیل نہیں ہوتی ہے، یاد رکھیں ۔جو اس راستے پر چلتے ہیں، جو صحابہ کرام [کی پیروی کرتے ہیں، جنہوں نے اپنے زندگی صحابہ کرام [کی طرح گزاری ہے علم اور عمل میں اور دعوت و تبلیغ میں اور صبر کرنے میں، ان پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور وہ اپنے ربّ سے راضی ہیں، وہی حزب اللہ ہیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے وہ کبھی حزب اللہ نہیں بن سکتا، یاد رکھیں۔اللہ تعالیٰ نے پہلے کیا فرمایا ہے ؟﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ﴾ پھر فرمایا ﴿اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ﴾ جن پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حزب نہیں بن سکتے جتنا بھی صبح شام وہ میڈیا میں آتے رہیں اور کہیں یہ حزب اللہ ہیں یا جتنا بھی میڈیا ان کو کہے کہ یہ حزب اللہ ہیں۔ حزب اللہ وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے توحید پر، ایمان پر جیسے اللہ تعالیٰ نے شروع میں بیان کیا ہے﴿ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ لیکن بہت تعجب کی بات ہوتی ہے آج جو حقیقت ہے ناں وہ الٹی سیدھی ہو گئی ہے، حق باطل نظر آتا ہے اور باطل حق نظر آتا ہے۔ صحابہ کرام [کو گالی دینے والے کبھی حزب اللہ ہو سکتے ہیں ؟ قبر پرست جو ہیں، جو قبر کی عبادت کرنے والے جو قبر کا طواف کرتے ہیں

کبھی حزب اللہ بن سکتے ہیں؟ یاد رکھیں، جتنے بھی گروہ آئے ہیں اس امت میں خوارج سے لے کر قادیانیوں تک، یہ سارے کے سارے حزب الشیاطین ہیں، حزب اللہ نہیں ہیں۔ کیوں؟ ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ یہ پہچان ہے حزب اللہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ شرک پر راضی ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کفر پر راضی ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس شخص پر راضی کبھی یا اس گروہ پر کبھی راضی ہوتا ہے جو قرآن مجید کو تبدیل کرے، تحریف کرے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں، صحابہ کرام [نے اس کا اقرار کیا ہے اس پر عمل کیا ہے تو جو شخص آج کے دور میں آکر کہتا ہے کہ فلان شخص نبی ہے، ایک گروہ بنالیتا ہے چاہے دنیا میں وہ میڈیا میں کتنا ہی آتا رہے اللہ کی قسم وہ کبھی حزب اللہ میں نہیں ہو سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ اس پر کبھی راضی ہو سکتا ہے، ہر گز نہیں جب تک کہ وہ اپنے اندر کو درست نہ کرلے اور ایسا اپنے دل کے اندر عقیدہ نہ بنالے اور اس عقیدے کی بنیاد پر عمل صالح نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کردے، جب تک اللہ تعالیٰ اس پر راضی نہیں ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ میں سے نہیں ہو سکتا۔

"مسألة الولاء والبراء" یہاں پر شیخ صاحب نے ایک عام بات کردی ہے کہ کافروں کے ساتھ، مشرکوں کے ساتھ محبت نہیں کرنی اور یاد رکھیں کہ جب ہم کافر، مشرک کی بات کرتے ہیں تو لوگوں کے ذہن میں صرف یہود و نصاریٰ آتے ہیں یا ہندو آتے ہیں، نہیں یہ بات درست نہیں ہے۔ ہر کافر اور ہر مشرک جس نے بھی کفر کیا اور جس نے بھی شرک کیا، باتیں عام ہیں۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ کلمہ پڑھ لیا تو کافی ہے، کلمہ پڑھنے والے اس میں داخل نہیں ہیں چاہے جتنا بھی شرک کرتے رہیں، جتنے بھی گناہ

کرتے رہیں یا جتنی بھی وہ قبر پرستی کرتے رہیں وہ اس میں داخل نہیں ہیں۔ شیخ صاحب نے بڑی اچھی بات کی ہے کہ کافروں کے ساتھ، مشرکوں کے ساتھ ہمارا یہ تعلق ہونا چاہیے، نفرت کرتے ہیں، بس یہ کافی ہے کافر اور مشرک سارے کے سارے۔ جس نے بھی غیر اللہ کو پکارا وہ مشرک ہے چاہے وہ زبان سے کلمہ پڑھتا رہے۔ کیوں؟ کیوں کہ شرک قرآن مجید میں اور صحیح حدیث میں صیغ العموم کے ساتھ بیان ہوا ہے یعنی جس نے بھی شرک کیا وہ مشرک ہے اس لیے جب بھی سوال کرتے ہیں مشرکین سے کہ شرک کی تعریف کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں بت پرستی۔ کسی سے بھی آپ سوال کریں، اتنی بڑی داڑھی ہو گی، اتنا بڑا سر پر عمامہ ہو گا۔ مولانا صاحب شرک کا مفہوم کیا ہے؟ شرک کا مطلب ہے بتوں کی عبادت ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ یا تو قرآن مجید پڑھا نہیں، صحیح حدیث تو دور کی بات ہے، قرآن مجید پڑھا نہیں یا اگر پڑھا ہے تو سمجھا نہیں یا سمجھ چکے ہیں تو دل میں کوئی کالک ہے، دین کو توڑنا چاہتے ہیں۔ تیسری بات کیا ہو سکتی ہے؟ چوتھی بات کیا ہو سکتی ہے؟ یا تو قرآن پڑھا نہیں اگر پڑھ لیا ہے تو سمجھا نہیں۔ اگر نہیں پڑھا تو پڑھو، سمجھا نہیں ہے تو سمجھو اور اگر دل میں کوئی بگاڑ ہے پھر اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے پھر ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس دل کو درست کر دے اور اگر پھر بھی درست نہ کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، اللہ تعالیٰ جو اس کے ساتھ کرنا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کر دے۔

الولاء والبراء کے بارے میں ہمارے ساتھیوں سے بھی غلطی ہوئی ہے یہ اچھی طرح سمجھیں۔ الولاء والبراء (دوستی اور دشمنی) کی بنیاد اہل سنت والجماعت کے اصول میں سے ایک اصل ہے مسألة الولاء والبراء دوستی اور دشمنی، یہ عقیدے کا اصل

ہے جو میں بیان کرنے جا رہا ہوں بھائیوں سے گزارش ہے کہ اچھی طرح سمجھ لیں۔ اسے پہلے میں بیان کر چکا ہوں لیکن آج میں دوبارہ اس کو بیان کرتا ہوں کچھ ساتھی نہیں آئے ہیں اس لیے گزارش ہے کہ اگر سمجھ نہ آئے تو آپ سوال ضرور کریں بے شک درس کے دوران سوال کریں آپ کوئی حرج نہیں ہے۔

اہل سنت والجماعت دوستی اور دشمنی دین کی بنیاد پر رکھتے ہیں دنیا کی بنیاد پر نہیں دین کی بنیاد پر۔ لوگوں کی دو قسمیں ہیں، دوستی اور دشمنی کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں، مسلم یا کافر۔ مسلمان سے محبت کرتے ہیں اور مسلمان سے محبت کرنا عبادت ہے، کافر سے بغض و نفرت کرتے ہیں اور کافر سے نفرت اور بغض کرنا عبادت ہے۔ مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں، یاد رکھیں جب میں مسلمان کا لفظ استعمال کروں تو موحد مسلمان مقصود ہے کیوں کہ جو موحد نہیں ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ جس نے توحید کو سمجھا نہیں، جو صبح شام یا غوث مشکل کشا، یا علی مشکل کشا کہتا رہتا ہے وہ اس زمرے میں شامل نہیں ہے۔ مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں:

1۔ وہ مسلمان یعنی وہ موحد مسلمان جو گناہ کبیرہ سے بھی بچا رہا، جس نے اپنی زندگی مکمل فرماں برداری میں گزاری ہے کبھی صغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں انسان سے لیکن اس پر اصرار نہیں کیا۔ کبیرہ گناہ سے اپنے آپ کو بچاتا رہا، محفوظ کرتا رہا۔ ایسے ہی مسلمان کے ساتھ ہماری مکمل دوستی، مکمل محبت ہے۔ جیسے اس کا ایمان مکمل ہے ویسے اس سے محبت اور دوستی مکمل ہے۔

2۔ دوسری قسم کا مسلمان ایسے مسلمان ہیں جو موحد ہیں لیکن گناہ کبیرہ کرتے ہیں اور گناہ کبیرہ سے توبہ نہیں کرتے اور گناہ کبیرہ پر اصرار کرتے ہیں ایسے مسلمانوں کے ساتھ ہماری

محبت اتنی ہے جتنا ان کا ایمان اور توحید ہے اور نفرت اور بغض اتنا ہے جتنا وہ گناہ کبیرہ کرتے ہیں اور ایسے مسلمانوں کے ساتھ جو دوستی ہے اس کی بنیاد پر ان کو نصیحت بھی کرتے ہیں، ان کے ساتھ تعلق بھی جوڑتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ تم کافر ہو گئے ہو، تم گناہ کبیرہ کرنے والے ہو، تم بدکار ہو گئے ہو۔ ان کو نصیحت کرتے ہیں لیکن مکمل دوستی نہیں اور مکمل دشمنی نہیں، مکمل محبت نہیں، مکمل نفرت نہیں یاد رکھیں۔ جتنا ایمان اور توحید ہے اتنی محبت اور جتنا گناہ کبیرہ کرتے ہیں اتنا نفرت اور بغض ہے۔

کافروں کی بھی دو قسمیں ہیں، بنیادی طور پر کافروں سے نفرت کرنا ہے اور بغض کرنا ہے، جو بھی کافر ہیں۔ کافروں کی دو قسمیں ہیں:

1۔ ''المحاربین'' جو جنگ پر تلے ہوئے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ ان سے محبت تو ویسے نہیں کرنی اور بغض تو ویسے ہی شروع سے کرنا تھا لیکن ان کے ساتھ کوئی تعلق بھی نہیں رکھنا، کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھیں گے یعنی خرید و فرخت ہے یعنی ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہے، ان کو دعوت پر بلانا ہے، ان کے ساتھ حسن سلوکی کرنی ہے۔ ہرگز نہیں۔ جنگ پر تلے ہیں، جنگجو ہیں، ان کے خلاف جنگ ہو رہی ہے اور جنگ جاری ہے، محارب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

2۔ دوسری قسم کے کافر ہیں جو مسالمین ہیں، جو مسلمانوں کے ساتھ سلامتی کا عہد کر چکے ہیں اور یہ تین قسم کے لوگ ہیں، تین قسم کے کافر ہیں:

1۔ ''ذمی'' جو مسلمان ملک میں رہ کر جزیہ دیتے ہیں، کچھ مال دیتے ہیں خلیفہ وقت کو تاکہ وہ خلیفہ، یا مسلمان ان کی حمایت کریں دشمنوں سے۔ وہ پسند کرتے ہیں کہ ہجرت نہ کریں۔ مسلمان قابض ہو گئے کافر ملک پر، وہاں پر کافر رہتے تھے جو جانا چاہتا تھا جو اسیر نہیں تھا جو

جنگ نہیں کرتا تھا، وہ جانا چاہتا تھا تو وہ جا سکتا ہے، جو جانا نہیں چاہتا وہ جزیہ دے گا وہ ذمی ہے۔ کیوں کہ یاد رکھیں اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا، اسلام محبت کا دین ہے، اخوت کا دین ہے، دہشت گردی کا دین نہیں جیسے آج کل بہت رائج ہے لوگ یہ ہی سمجھتے ہیں۔ یہ ہر گز نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نہیں ہے کہ اپنے بندوں کو پیدا کرے اور پھر دہشت گردی کے ذریعے اپنے دین کو نافذ کرائے، یہ احکم الحاکمین کی حکمت نہیں ہے، یاد رکھیں۔ تو یہ انسان یہ جو ذمی ہے یہ اگر اپنے کفر پر رہنا چاہتا ہے یعنی کافر ہے سب سے پہلا پیغام ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے، نہیں ہونا چاہتے ہو سربلندی اللہ تعالیٰ کے دین لَا إِلَٰهَ إِلاَّ اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ کی ہم یہ جانتے ہیں بس، دوسری بات نہیں کرنی۔ اگر یہ نہیں کرنا چاہتے تو تم ذلیل رہو گے، عزت اسی نام کی ہے بس، اس کلمے کی عزت ہے اگر مسلمان ہونا چاہتے ہو تو اس کو اپنا لو، نہیں ہونا چاہتے ہو تو دو راستے ہیں تمہارے سامنے یا جزیہ دے کر سر کو جھکا کر ذلیل ہو کر ہمارے ملک میں رہو یا تمہارے لیے تلوار ہے۔ جو شخص جزیہ نہ دینا چاہے جانتے ہیں کیا مطلب ہے اس کا؟ اس کا مطلب ہے کہ میں باعزت ہوں، میری عزت اتنی ہے جتنی تمہارے دین کی عزت ہے۔ ایسے شخص کا رہنا ہر گز جائز نہیں ہے ایسے شخص کو جو اس طریقے سے کہ نہ مسلمان ہونا چاہے، نہ وہ جزیہ دینا چاہے پھر جنگ ہوتی ہے پھر تلوار کا استعمال ہوتا ہے۔ تم مسلمان نہیں ہونا چاہتے تو نہ ہو مسلمان لیکن ذلیل ہو کر رہنا پڑے گا اس دنیا میں کیوں کہ بغیر اسلام کے عزت ہے ہی نہیں۔ یہ تھا ذمی۔

2۔ دوسری قسم ہے ''معاہد'' وہ شخص جو ایک عہد کی بنیاد پر مسلمان ملک میں آتا ہے اگر چہ اس کے ملک کے خلاف جنگ ہو لیکن جو معاہد ہے اگر ہم ان کے خلاف جنگ نہیں

کرتے تو پھر عہد نہیں ہوتا یاد رکھیں، وہ نہیں آسکتا، وہ مستامن ہے بعد میں بیان کروں گا میں۔ معاہد ہے، دو ملکوں کے درمیان میں، ایک مسلمان ملک ہے اور ایک کافر ملک ہے، انہوں نے آپس میں صلح کی ہے، عہد ہوا ہے contract ہوا ہے، سفارت خانے جیسے آج موجود ہیں اگر کوئی شخص کافر ملک سے مسلمان ملک میں آتا ہے اس عہد کی بنیاد پر اور جو ویزا ہم دیتے ہیں وہ مسلمان ملک میں آتے ہیں، یہ وہ عہد ہے یاد رکھیں۔ ویزا contract ہے عہد ہے، جو اس عہد کی بنیاد پر آتے ہیں اسے کہتے ہیں معاہد۔ وہ بھی مسلمان ملک میں رہے گا اور ایسے کافر کا جیسے ذمی ہے یا معاہد ہے قتل کرنا حرام ہے۔

3۔ ''مستامن'' وہ کافر اگرچہ اس کے ملک کے خلاف جنگ ہے یا کسی اور ملک سے آیا ہے جس کے ساتھ ہمارا عہد نہیں ہے کوئی شخص اسے پناہ دے دے، کوئی مسلمان اسے پناہ دے دے تو وہ مستامن ہو جاتا ہے یعنی وہ امان میں آجاتا ہے اور سب مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ اسے ہاتھ نہ لگائیں، اسے تکلیف نہ پہنچائیں، اسے قتل نہ کریں، اسے کہتے ہیں مستامن۔ اور مستامن جو ہے اسے کوئی عام مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے لیکن معاہد جو ہے وہ صرف گورنمنٹ کے through آئے گا یا حاکم وقت یا اس کا نائب یعنی ویزا جو ہے وہ عام انسان تو نہیں دے سکتے وہ تو گورنمنٹ ہی issue کرتی ہے لیکن جو مستامن ہے وہ کوئی بھی پناہ دے سکتا ہے لیکن آج کل کے دور میں ویزے، ملک تقسیم ہو گئے ہیں، مسلمانوں کے بہت سارے ملک ہو گئے ہیں تو ضرورت پڑ گئی ہے ویزے کی ورنہ افراتفری ہوتی، بہت سارے مسئلے مسائل ہوتے تو اس نظام کو چلانے کے لیے ویزا سسٹم آگیا ہے تو مستامن بھی ویزے کی بنیاد پر اب آتا ہے contract کی بنیاد پر آتا ہے، گورنمنٹ کی

اجازت سے آتا ہے تو یہ بھی معاہد کی ایک قسم ہو گئی تو مستامن تو آج کل ویسے بھی نظر نہیں آتا۔

تو یہ تین قسم کے کافر ہیں انہیں کہتے ہیں مسالمین۔ان سے محبت تو ویسے ہی جائز نہیں ہے جیسے پہلے بنیادی بات میں بیان کر چکا ہوں لیکن ان کے ساتھ تعلق رکھنا، خرید و فروخت، بزنس میں، کام میں، حسن سلوکی کرنا، جیسے یہ ہمارے ساتھ حسن و سلوکی کریں ہم ان کے ساتھ حسن سلوکی کریں بدلے میں تو یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ جائز ہے خرید و فروخت ہے یا ہاسپٹل میں کوئی ہندو آتا ہے، کافر ہے یا انگریز ہے، یا ہندو ہے یا نرس کوئی ڈاکٹر ہے یا نرس کوئی ہندو ہے یا وہ یہودی ہے یا، کرسچن ہے، وہ آتی ہے کام کرتی ہے، اس بنیاد پر کوئی حرج نہیں ہے۔ حسن سلوکی ایسے کافر کے ساتھ جائز ہے جو تمہارے خلاف جنگ نہیں کرتا، جو مسالم ہے، حسن سلوکی اس کے ساتھ کرنی ہے، خرید و فروخت ان کے ساتھ کرنی ہے۔ محبت نہیں ہے، اس میں محبت کہاں ہے؟ محبت کافر کے ساتھ جائز ہر گز نہیں ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ جو کافر ہے ﴿ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ ان کے ساتھ ﴿ يُوَآدُّوْنَ ﴾ مودۃ نہیں کر سکتے کسی صورت بھی ہم، یاد رکھیں کافر کے ساتھ کبھی بھی محبت نہیں، محبت دل کا عمل ہے میرے بھائی، آپ محبت کافر سے نہیں کر سکتے۔ ہمدردی اور چیز ہے میرے بھائی، یہ حسن سلوکی ہے، محبت اور چیز ہے، محبت دل کا عمل ہے وہ اور چیز ہے، محبت نہیں کر سکتے ہم۔ حسن سلوکی ہے، اخلاق سے پیش آنا ہے اور

دعوت قبول کرنا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے یہودی عورت کی دعوت کو قبول کیا۔ کیا اس سے محبت تھی ؟ ہر گز نہیں، یہ ہو نہیں سکتا کبھی کہ نبی رحمت ﷺ ایک یہودی سے محبت کریں، ہر گز نہیں۔ تو محبت دل کا عمل ہے، حسن سلوکی اور معاملات اور چیز ہے۔ اس کی دلیل دیکھیں آپ، کافروں کے ساتھ جو مسالمین ہیں تعلق جائز ہے، اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ (الممتحنہ/8)

(اللہ تعالیٰ منع نہیں فرماتا تمہیں ان کافروں سے جنہوں نے تمہیں قتل نہیں کیا دین کی وجہ سے) دیکھیں لفظ دیکھیں ﴿لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ یعنی ایک کافر ہے کسی مسلمان کا قتل کر دیا غلطی سے ایکسیڈنٹ ہو گیا تو کیا دین کی وجہ سے اس نے قتل کیا ہے ؟ نہیں، دین کی وجہ سے وہ قتل کرتے ہیں جو جنگ کرتے ہیں، جو دین اسلام کو توڑنا چاہتے ہیں ﴿لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ پہلی یہ صفت ہے (جو دین کی وجہ سے تمہیں قتل نہیں کرتے) ﴿وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ﴾ (اور تمہیں اپنے گھروں سے نہیں نکالا) مکہ سے مسلمانوں کو نکالا گیا وہ ہجرت پر مجبور ہو گئے یعنی وہ جنگجو کافر جو محارب تھے۔ محارب کیا کرتے ہیں ؟ یا تو گھر سے نکالتے ہیں یا قتل کرتے ہیں۔ تو وہ پہلی صفت تھی محاربین کی ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے میں نے پہلے بتا دیا ہے۔ تو جن کی یہ صفت

نہیں، جو محاربین نہیں، جو جنگ نہیں کرتے ﴿ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوٓا إِلَيْهِمْ ﴾ ان کے ساتھ کیا کرنا ہے؟ ''بِر''بہترین طریقے سے پیش آنا ہے، اچھے اور خیر کے اعمال کرنے ہیں۔ وجہ کیا ہے؟ جیسے وہ حسن سلوکی کرتے ہیں تو ہم بھی کریں گے، یہ انصاف ہے جب وہ ہمارے دین کے دشمن نہیں ہیں یعنی ہمیں دین کی وجہ سے ہمیں قتل نہیں کرتے یا وہ ہمیں اپنے گھر سے نہیں نکالتے دین کی وجہ سے اور ہمارے ساتھ حسن سلوکی سے پیش آتے ہیں تو ہم بدلے میں حسن سلوکی سے پیش آئیں گے۔ وہ دعوت دیتے ہیں ہم ان کو دعوت دیں گے۔ بلکہ اس سے کیا فائدہ ہو گا؟ ہم دین کی دعوت آسانی طریقے سے دے سکیں گے، اللہ تعالیٰ نے ایک راستہ بنایا ہے کہ کافروں کو دین کی دعوت دو اس طریقے سے ۔اگر یہ بھی آج حرام ہوتا، دیکھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیں کہ اگر یہ بھی آج حرام ہوتا تو نہ ہم یہ اٹھا سکتے، نہ میں یہ استعمال کر سکتا، نہ یہ استعمال کر سکتا، کچھ نہ ہوتا۔ یہ موبائل کس نے بنایا ہے؟Finland نے Nokia Finlandنے بنایا ہے، یہ Made in China ہے، وہ بھیChina ہے، یہ میرا خیال ہے جاپان ہے، یہ گھڑی جو پہنی ہوئی ہےSwiss made ہے اگر کافروں سے کوئی تعلق جائز نہ ہوتا تو بہت مشکل ہوتی مسلمانوں پر اور یہ دین مشقت کا دین نہیں ہے یاد رکھیں۔ دین یسر (آسان) ہے جس میں بالکل عسر (مشکل) اور مشقت ہے ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے آسانی کی ہے۔

۔۔ میرا کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ جہاد نہیں ہوا، میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ﴿ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ﴾(الکافرون/6) یہ میں بیان کرنا چاہتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ

بات بیان کر دی ہے کہ جو اسلام اپنانا نہیں چاہتا اور وہ جزیہ دینا چاہے پھر تلوار اٹھائیں گے اس کے لیے ؟ یہ ہی تو میں بات کر رہا ہوں کہ وہاں پر تلوار استعمال نہیں ہوئی ناں، میں اسی بات پر کہہ رہا ہوں کہ دین اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا جیسا کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف تلوار کے زور پر اسلام پھیلا ہے۔ انڈونیشیا دیکھیں، انڈونیشیا دیکھا ہے آپ نے ؟سب سے بڑا ملک ہے مسلمانوں کا تعداد میں، مسلمانوں کی تعداد میں۔ کس نے جہاد کیا وہاں، جانتے ہیں آپ ؟ کون گیا وہاں پر ؟ کس نے تلوار اٹھائی ہے ؟ وہاں پر جہاد بالکل نہیں ہوا، وہاں پر کسی نے تلوار اٹھائی ہی نہیں ہے۔ یمن سے تاجر جاتے تھے، معاملات کو دیکھ کر تجارت کرتے کرتے انہوں نے دیکھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں، جب آذان ہوتی ہے سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں، ایک خاص وقت ہے ان کا نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ مال پڑا ہے، پیسے ہیں، کچھ بھی ہے نہ کسی سے ڈرتے ہیں، نہ کسی کی بات کرتے ہیں یہ، کبھی جھوٹ نہیں بولتے وہی صادق اور امین کی بات ہے، سچ بولتے ہیں، امانت میں کبھی خیانت کرتے نہیں ہیں تو اسّی (80) لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ایک نے، دو نے، دس نے، بیس نے آج دیکھیں کہ سب سے بڑا ملک ہے تعداد کے لحاظ سے پوری دنیا کے مسلمان ملکوں میں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ جہاد نہیں ہے، جہاد بالکل ہے اور تا قیامت رہے گا جو جہاد کا منکر ہے وہ کافر ہے ہمارا یہ ایمان ہے، جو جہاد کا منکر ہے وہ کافر ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے کیوں کہ جہاد قرآن مجید میں ثابت ہے اور جو قرآن مجید کی ایک آیت کو جھٹلائے وہ کافر ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں لیکن یہ سمجھنا جیسا مخالفین سمجھتے ہیں کہ یہ دہشت گردی کا دین ہے، اس میں صرف تلوار ہے۔ ہم ان کو یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ دہشت گردی کا دین نہیں ہے جہاں پر پیار سے بات کرتے ہیں مان لی تو الحمد للہ، کلمہ پڑھ لو تو بات ختم ہے، کس نے تلوار اٹھائی

ہے، نہیں کلمہ پڑھنا چاہتے ہو تو جزیہ دے دو، ذلیل ہو کر رہو تم جانو تمہارا ربّ جانے لیکن جب جزیہ بھی نہیں دینا چاہتے ہو، سر اٹھاتے ہو پھر تلوا ہے، یہ تو میں نے کہا ہے۔ یہ کس نے کہا ہے کہ جزیہ نہیں دینا چاہتے پھر تلوار نہیں ہے۔

دین اسلام تلوار کے زور پر نہیں پھیلا پیار اور محبت سے پھیلا ہے اور پیار اور محبت کا مقصد میں نے یہ ہی بیان کیا تھا کہ سب سے پہلے کیا سوال ہوتا تھا؟ جب بھی کافروں کی طرف جہاد کے لیے جاتے تو سب سے پہلے کہتے کہ کلمہ پڑھ لو، نہیں پڑھنا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی ہے جزیہ دے دو، جزیہ نہیں دینا چاہتے ہو، اس کا مطلب یہ میں نے بیان کیا کہ ہمارا سر بھی بلند ہے، تمہارے دین کا سر بھی بلند ہے نہیں، سربلندی ایک چیز کی ہوتی ہے اور وہ لا إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ہے اس کے سوا سارے سر نیچے ہیں اور سب کے سب ذلیل ہیں۔ سربلندی صرف ایک ہی دین کی ہے اور وہ دین اسلام ہے بس۔ تم لوگ جزیہ نہیں دینا چاہتے ہو تو پھر تلوار ہے تمہارے لیے، یہ جہاد ہے۔ ہم جہاد کے منکرین نہیں ہیں، الحمد للہ ایسی بات نہیں ہے۔ تلوار کی جب ضرورت پڑتی ہے تو تلوار اٹھائی جاتی ہے لیکن سب سے پہلے تلوار نہیں ہوتی میں یہ بیان کرنا چاہتا تھا، سب سے پہلے تلوار نہیں ہوتی۔

یہ غلط ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں، تبلیغی جماعت والے یا دیگر لوگ جو کہتے ہیں کہ بھئی دیکھیں کافر کو مارنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آپ تبلیغ کریں پیارے انداز سے جب وہ مسلمان ہو جائیں گے تو بس تلوار اٹھانے ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے دعوت توحید کی دو، توحید کو سمجھ لیں، مان لیں، کلمہ پڑھ لیں تو الحمد للہ ہمارے بھائی ہیں اگر نہیں ماننا چاہتے تو جزیہ دیں، جزیہ سے بھی انکار کرتے ہیں تو پھر تلوار

ہے ان کے لیے، یہ ہمارا اعلان ہے جیسا کہ نبی رحمت ﷺ نے صحابہ کرام [کو تعلیم دی۔ صحیح بخاری، مسلم میں نبی رحمت ﷺ سیدنا علی τ کو بھیجتے ہیں اور یہ حکم دیتے ہیں، اے علی! سب سے پہلے جانا اور ان کو توحید کی دعوت دینا اگر وہ مان لیں تو الحمد للہ، نہیں تو یہ کہنا کہ انہیں جزیہ دینا پڑے گا وہ جزیہ بھی نہ دیں پھر ان کے خلاف تلوار اٹھانا۔

جزیہ ایک خاص مال ہوتا ہے جتنا مال، پیسہ ہوتا ہے حاکم وقت متعین کرتا ہے اس کافر کے لیے جو مسلمان ملک میں رہنا چاہتا ہے تو وہ جیسے ہم کہتے ہیں ٹیکس آج کے دور میں، وہ پیسہ دے گا، ٹیکس تو نہیں تھا لیکن وہ پیسہ دے گا۔ کس کے عوض میں؟ کیا ایسے مفت ہی؟ نہیں، وہ پیسہ دے گا اور ہم اس کی حمایت کریں گے اگر کوئی کافر حملہ کرے گا یا اس کا کوئی دشمن حملہ کرے گا تو مسلمان اس کی حمایت کریں گے، اسے کہتے ہیں جزیہ۔

میں بات پوری کر لوں اپنی کہ یہ دلیل ہے کہ کافروں کے ساتھ خرید و فروخت اور جو عام دنیا کے مسائل ہیں ان کافروں کے ساتھ جو جنگ پر نہیں تلے ہوئے ان کے ساتھ یہ جائز ہیں۔ اب حکم کیا ہے کافروں کے ساتھ دوستی اور دشمنی رکھنے کا؟ کیا کفر ہے؟ جس نے بھی کافر کے ساتھ دوستی رکھی وہ کافر ہے جیسے عام یہ نعرہ سنتے ہیں، القاعدہ والوں کا عام نعرہ ہے یہ کہ جس نے کافروں کے ساتھ دوستی کی وہ کافر ہے۔ فلاں حکمران کافر ہے، حکمران کے فوجی بھی کافر ہیں، جس نے حکمران کو ووٹ دیا یا مانا وہ بھی کافر ہے پھر suicide bombing ہوتی ہے، خودکش حملے ہوتے ہیں، بیس مسلمان مرتے ہیں ایک دو یہودی مرتے ہیں یا فوجی مرتے ہیں امریکن، وہ کہتے ہیں کہ یار یہ تو مسلمان ہیں۔ تمہیں کس نے کہا ہے کہ یہ مسلمان ہیں؟ یہ تو کافر ہیں۔ کیوں بھئی کافر کیوں ہیں؟ یہ کافروں کے ساتھ دوستی رکھ چکے ہیں اس لیے کافر ہیں اس لیے ہم نے مارا ہے، ہم نے جو مارا ہے کافروں کو مارا

ہے۔ اور اتنی افراتفری آج کے دور میں، آج کی میں بات کر رہا ہوں آپ خبریں پڑھیں یا خبریں سنیں، مجھے ایک دن دکھائیں جس میں عراق میں کوئی مسلمان نہ مرا ہو، ایک دن دکھادیں۔ جب سے یہ مصیبت آن پڑی ہے، جب سے یہ جنگ ہوئی ہے اس دن سے لے کر آج تک اور پتہ نہیں کب تک اللہ تعالیٰ رحم فرمائے روزانہ ایک امریکی یا دو امریکن مر رہے ہیں اور بیس (20) مسلمان مر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ مسلمان نہیں ہیں یہ پولیس والے ہیں، یہ شیعہ ہیں، یہ فلاں یہ فلاں ہیں ان کو مارتے ہیں ہم لوگ۔ پہلے کہتے تھے کہ یہ پولیس والے ہیں جب ہم نے کہا کہ تمہیں کس نے کہا کہ پولیس والا کافر ہے پھر انہوں نے اپنی بات میں تبدیلی کی پھر کہتے ہیں نہیں نہیں یہ شیعہ ہیں یہ رافضی ہیں۔ تمہیں پتہ ہے اس کے منہ پر لکھا ہے، ماتھے پر لکھا ہے کہ یہ رافضی ہے، یہ شیعہ ہے اور پھر بھی تمہیں کس نے کہا کہ یہ کافر ہے اور تمہیں کس نے کہا ہے کہ اگر یہ کافر ہے تو تم اس پر حجت قائم کر چکے ہو کہ اسے تم قتل کرو مرتد ہو گیا ہے وہ۔ اللہ کے بندے ہمارا دین کیا بچوں کا کھیل ہے۔ جیسے بچے اٹھاتے ہیں ناں یہ پسٹل پانی والا اس کو مارا کبھی اس کو مارا، اللہ کے بندے انسان کی جان ہے یہ بچوں کا کھلونا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پوچھے گا قیامت کے دن۔ سب سے پہلا سوال معاملات میں کیا ہو گا؟ قتل کے بارے میں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اللہ کی قسم اگر ایک شخص بھی کسی کا گریبان پکڑ کر آئے، ایک ہاتھ میں اور دوسرے ہاتھ میں سر ہو اور خون ٹپکتا ہوا آئے، دیکھنے والے کا کیا حال ہوتا ہے، دیکھا ہے کبھی؟ ایسا منظر آپ اپنے سامنے دیکھیں کہ ایک شخص ہے ایک شخص نے گریبان پکڑا ہوا ہے، اس کا سر کٹا ہوا ہے، سر دوسرے ہاتھ میں ہے اور خون ٹپک رہا ہے۔ آپ یہ منظر دیکھ سکتے ہیں؟ جب آپ دیکھ نہیں سکتے تو جب آپ کے ساتھ ہو گا تو کیا آپ برداشت کر سکتے ہیں؟ اور اگر ایک نہیں ہو

گا دس لوگ ہوں گے یا بیس ہوں گے یا تیس ہوں گے یا پچاس یا سو ہوں گے، یہ جو bombing کر رہے ہیں ایک مصیبت دے کر اپنے آپ کو بھی پھاڑ رہے ہیں، اپنی جان بھی لے رہے ہیں اور معصوموں کی جان بھی لے رہے ہیں۔ ایک تو خود کشی کا گناہ سر پر، ایک معصوموں کی جان لینے کا قتل ان کے سر پر ہے۔ ایک ہوتا ہے گناہ اور ایک ہوتا ہے گناہ مرکب، بس اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ تمہیں جنت چاہیے ناں، حوریں آپ کا انتظار کر رہی ہیں، ستر حوریں کھڑی ہیں تمہارے سامنے بس یہاں پر تم نے بم باندھنا ہے اور اس بٹن کو دبانا ہے، یہ دنیا تو ویسے ہی بے کار ہے، یہ دنیا تو مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ کب تک زندہ رہو گے؟ ذلیل ہوتے رہو گے، دین تو رہا نہیں، دین ہمیں نظر نہیں آتا، وہ حور تمہارے سامنے کھڑی ہے بس اس بٹن کو دبانا ہے تم نے۔ بے چارا جاتا ہے حور کے پیچھے بٹن دباتا ہے، کہاں گئی حور اور کہاں گئی یہ دنیا اور صرف ایک بٹن پر اس بے چارے کو وہاں پہنچا دیتے ہیں، بس اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ یہ تعلیم دی جاتی ہے جوانوں کو، واللہ چھوٹے چھوٹے بچے، 18 سال، 19 سال، 20 سال، 22 سال، طالب علم کی عمر۔ دیکھیں ہمیں ایک گمان ہے کہ ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے یہ جو نئے بچے آ رہے ہیں جو کام ہم نے نہیں کیے یہ بچے کریں گے، جو کام ہم نہ کر سکے ہمارے باپ دادا نہ کر سکے اس امت میں ان شاءاللہ یہ بچے کریں گے۔ ہمارے بچوں کو کیا تعلیم دی جا رہی ہے، کبھی سوچا ہے ہم نے؟ ہمارے بچے یا تو جیلوں میں پڑے ہیں یا خود کش حملے کر رہے ہیں۔ کیا یہ تعلیم ہے؟ یہ دین اسلام ہے؟ ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ﴾۔

کافروں کے ساتھ دوستی رکھنا یا کافروں کے ساتھ تعلق رکھنا، میں نے تین قسمیں بیان کی ہیں اور ہر قسم کا اپنا اپنا حکم ہے شریعت میں۔

1۔ جائز ہے، وہ میں نے بیان کیا کیسے جائز ہے وہ کافر جو محاربین نہیں جو مسالمین ہیں ان کے ساتھ۔ لفظ دوستی کا استعمال ہوتا ہے محبت تو نہیں کر سکتے،

دوستی کا لفظ استعمال ہوتا ہے لغت کے اعتبار سے۔ کیا ان کے ساتھ ہم خرید و فروخت کر سکتے ہیں؟ ہم دعوت قبول کر سکتے ہیں؟ اس کے دلائل موجود ہیں۔ نبی رحمت ﷺ کے زمانے میں ہی مدینہ میں یہودی تھے، ہتھیار لیتے تھے، خرید و فروخت کرتے تھے اور دعوت بھی قبول کرتے تھے، یہودیوں نے دعوت دی زہر بھی اس میں شامل کر دیا، نبی رحمت ﷺ کو اس کا اثر بھی ہوا اور ایک صحابی نے وہاں پر وفات پائی، صحابی بھی وہاں پر شہید ہوئے۔ تو اس طریقے سے خرید و فروخت اور معاملات ایسے کافروں کے ساتھ جائز ہیں جو محاربین نہ ہوں۔

2۔ کافروں کے ساتھ دوستی رکھنا مسلمانوں کے خلاف، اس کی دو قسمیں ہیں:

1۔ ایک ہے کفر اکبر جو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

2۔ اور دوسری قسم ہے گناہ کبیرہ جو کفر نہیں ہے۔

ارے دوستی کافروں کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف کفر نہیں ہے؟ جی ہاں، کفر نہیں ہے، ہر صورت کفر نہیں ہے اور اس کی دلیل بھی ہے۔ کفر کی وہ صورت ہے کہ کافروں کے ساتھ دوستی رکھے مسلمانوں کے خلاف، حملہ کرنا یا ساتھ دینا کافروں کا مسلمانوں کے خلاف اگر یہ نیت ہو دل میں کہ اسلام ٹوٹ جائے کہ اسلام کی سربلندی نہ ہو، کفر کا غلبہ ہو ۔ کیا ایسا شخص مسلمان ہو سکتا ہے؟ اسے کہتے ہیں نفاق اکبر۔ اور یہ نبی رحمت ﷺ کے

زمانے میں تھے کہ نہیں ؟ایسے لوگ تھے کہ نہیں ؟ کلمہ توپڑھ چکے تھے، نماز بھی پڑھتے تھے،روزے بھی رکھتے تھے لیکن کافر تھے۔عبداللہ بن ابی بن سلول جنگ احد میں تین سو بندے لے کر بھاگ گیا۔ارے پہلے نکلتے ہی نہیں لیکن جب ایک ہزار کی تعداد ہوئی اور راستے میں گئے اور سامنے کافروں کو دیکھا، مشرکوں کا دیکھا، دشمنوں کو دیکھا، تین سو بندے لے کر بھاگ گیا۔یہ حرکت کیوں کی تھی ؟وہ یہ چاہتا تھا کہ صحابہ کرام[کے قدم ڈگمگا جائیں اوران میں سے ایک ،دوسولوگ اور نکل جائیں اور کمزورپڑ جائیں اور کافروں کو حملہ کرکے غلبہ مل جائے۔ایسے شخص کے دل میں اسلام کاذرہ بھی ہوسکتاہے ؟ہر گز نہیں ،اگر آج کے دور میں بھی کوئی ایسا مسلمان ہے جو کلمہ پڑھتاہے چاہے حکمران وہ، چاہے محکوم ہو، کوئی بھی انسان ہو، کافروں کے ساتھ دوستی کرتاہے اور اس دوستی کی بنیاد پر مسلمانوں پر حملہ کرتاہے ان کو توڑنے کے لیے، یہ کفراکبرہے اور دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتاہے۔اس کی دلیل،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ‌ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ‌ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾ (المائدۃ/51)

اللہ اکبر، بالکل واضح ہے واللہ لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ اس آیت کو بہت سارے لوگوں نے غلط مفہوم سے سمجھاہے اور غلط فتویٰ دیاہے۔دیکھیں ذرا غور کریں آیت پر۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ﴾(اے ایمان والو!) تمہارے لیے یہ خاص حکم بیان کیا جارہاہے اور اللہ تعالیٰ نے ایمان کا نام لے کر تمہیں پکاراہے،اے مومن! اگر تم مومن ہو تو کان

کھول کر سنو، اگر تمہارے دل میں ایمان ہے تو یہ تمہارے لیے بات بیان کی جا رہی ہے اچھی طرح سمجھو۔﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ﴾(یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ)﴿بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾(وہ تو ایک دوسرے کے دوست ہیں) یہودی یہودی کا دوست ہے اور نصرانی، عیسائی عیسائی کا دوست ہے۔ یہودی یہودی کا کیسے دوست ہے، جانتے ہیں آپ؟اور نصرانی نصرانی کا کیسے دوست ہے؟ یہودی یہودی کا دوست ہے دین کی بنیاد پر اور نصرانی نصرانی کا دوست ہے دین کی بنیاد پر، یاد رکھیں۔ دنیا کے لحاظ سے وہ دوست نہیں ہیں۔ یہ تو ہم لوگ ہیں اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، ہمارے مسلمانوں میں یہ چیز پائی جاتی ہے کہ دنیا کے لحاظ سے تو ہم دوست ہیں لیکن دین کے لحاظ سے ہم ایک دوسرے کی پرواہ نہیں کرتے لیکن وہ ایسے نہیں ہیں؟ وہ دین کی بنیاد پر کچھ بھی قربان کر دیتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اشارہ فرمایا ہے﴿بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ یہ جو لفظ ہے اس کے نیچے دس معنی لگا لیں، اس کو اچھی طرح سمجھیں یعنی ایسی دوستی رکھنا جس کی بنیاد دین ہو یعنی ان کا دین تمہیں پسند ہو۔ یہودیت پسند ہے اس لیے تم نے دوستی رکھی ہے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول اسلام پسند نہیں تھا شرک پسند تھا، یہودیوں کے ساتھ جا کر ملتے تھے، ان کے ساتھ دوستی تھی، شرک کو بہتر سمجھتے تھے یہودیت کو بہتر سمجھتے تھے لیکن اسلام سے نفرت تھی ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾(تم میں سے کوئی بھی (یہاں پر عموم ہے) کوئی بھی مسلمان، اے ایمان والو!

تم میں سے کوئی مومن اگر اس طریقے کی دوستی رکھتا ہے یہود و نصاریٰ سے)﴿ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ﴾ (وہ ان ہی میں سے ہے) یعنی وہ کافر ہے، دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

یاد رکھیں ایمان اور کفر اور نفاق، یہ دل کے معاملات ہیں۔ ہم حکم دیں گے ظاہر پر، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلان شخص ہے اس نے اس لیے دوستی کی ہے کافروں کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف کیوں کہ اس کے دل میں کفر ہے، یہ اسلام کی سربلندی نہیں چاہتا، یہ کفر کا غلبہ چاہتا ہے۔ بات سمجھنے کی ہے۔ ہم یہ کہیں گے کہ اگر کوئی ایسا شخص ہے جس نے ایسا کیا ہے تو وہ کافر ہے۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول، کیا جنگ احد کے بعد نبی رحمت ﷺ نے اس پر حد قائم کی تھی؟ یہ کہا تھا کہ تم مرتد ہو، تم کافر ہو؟ دل کا معاملہ تھا لیکن چھوڑ دیا بلکہ جب وہ مر گئے نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ نبی رحمت ﷺ نے پڑھائی، اس کے علاوہ اپنا جبہ بھی ان کو پہنا دیا اپنا جو کرتہ تھا وہ بھی پہنا دیا، سبحان اللہ۔ دیکھیں نبی رحمت ﷺ کی رحمت تو دیکھیں، یہ شخص صرف دین کا دشمن نہیں تھا بلکہ نبی رحمت ﷺ کی عزت کا دشمن بھی تھا، سیدہ عائشہ p پر سب سے بڑی تہمت اس شخص نے لگائی تھی اس کے باوجود بھی، دیکھیں رحمۃ للعالمین ﷺ دشمنوں کے ساتھ بھی دیکھیں کیسا رویہ اختیار کیا۔ نماز جنازہ بھی پڑھی، سیدنا عمر τ نے منع بھی کیا پھر بھی پڑھی اور بیٹے کے کہنے پر اپنا کرتہ بھی دے دیا لیکن منافق ہے، کفر اکبر پر وہ مرا ہے چاہے کرتہ اس نے پہنا ہو، چاہے نماز جنازہ پڑھی گئی اس کی جگہ جہنم ہے، نفاق اکبر پر مرا ہے۔

اس کی دوسری قسم ہے کافروں کے ساتھ دوستی مسلمانوں کے خلاف گناہ کبیرہ ضرور ہے لیکن کفر اکبر نہیں ہے یعنی ایسی صورت ہے کہ کافروں کے ساتھ دوستی رکھ کر مسلمانوں

کے خلاف ان کی مدد کرنا، گناہ کبیرہ ہے لیکن کفر نہیں ہے اور یہ ایسی صورت ہے جس میں پہلی صورت نہ ہو یعنی دین کی سربلندی، کفر کی سربلندی کے لیے نہیں بلکہ دنیاوی مفاد کے لیے۔ اپنی سیٹ کے لیے، سیاست کے لیے یا اپنے کوئی خاص مفاد کے لیے، پیسے کے لیے یا کوئی اور دنیاوی مفاد کے لیے اگر کوئی شخص ایسا عمل کرتا ہے تو گناہ کبیرہ ضرور ہے، وہ گناہ کا مستحق ہے، عذاب کا مستحق ہے لیکن کفر نہیں ہے، یاد رکھیں۔ اس کی دلیل، سورۃ الممتحنہ کی پہلی آیت، یہ سورۃ اسی وجہ سے اتری۔

اس میں ایک قصہ ہے، بہت پیارا قصہ ہے صحیح بخاری، مسلم میں اور ابن کثیر کی تفسیر میں، تفسیر سورۃ الممتحنہ میں آپ رجوع کر سکتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی رحمت ﷺ حملہ کرنا چاہتے تھے مکہ پر اور یہ عزم اور ارادہ کر لیا اور اس مسئلے کو چھپا دیا اور صحابہ [کو منع کر دیا کہ کسی کو نہ بتائیں ہم خفیہ حملہ کریں گے اور قابض ہو جائیں گے۔ ایک صحابی تھے سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ τ انہوں نے خط لکھا چپکے سے قریش کی طرف اور اس خط میں لکھا کہ نبی رحمت ﷺ آپ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی رحمت ﷺ کو خبر دی۔ نبی رحمت ﷺ نے سیدنا علی اور سیدنا مقداد ω کو بھیجا کہ یہ عورت فلان وقت اور فلان جگہ پر ہو گی اس عورت کے پاس خط ہے وہ خط لے کر آؤ۔ چنانچہ دونوں جاتے ہیں اور نبی رحمت ﷺ جس جگہ پر فرماتے ہیں وہیں پر اس عورت کو پاتے ہیں، اس عورت کو پکڑ لیتے ہیں اور خط کا پوچھتے ہیں۔ پہلے وہ انکار کرتی ہے، مشکل سے وہ خط دے دیتی ہے جب اسے دھمکی دیتے ہیں کہ خط نکالو ورنہ تمہاری تلاشی لیتے ہیں۔ بہر حال وہ خط دے دیتی ہے۔ واپس آتے ہیں نبی رحمت ﷺ خط کو پڑھتے ہیں، خط میں لکھا ہے حاطب بن ابی بلتعہ τ کی طرف سے مشرکین کے نام پر یہ خط لکھا ہے کہ نبی رحمت ﷺ

آپ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں آگاہ ہو جاؤ۔ تو نبی رحمت ﷺ بلاتے ہیں سیدنا حاطب کو، اے حاطب تم نے ایسا عمل کیوں کیا؟ سیدنا حاطب فرماتے ہیں، وہ کہتے ہیں یارسول اللہ ﷺ ! اللہ کی قسم مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نصرت تجھے عطا فرمانی ہے اور اس دین کی سر بلندی ہونی ہی ہے اور مجھے اپنے ایمان پر کوئی شک بھی نہیں ہے لیکن میں نے یہ چاہا کہ میرے گھر والے جو مکہ میں رہتے ہیں میرے بیوی بچے وہ ان کافروں کے عذاب میں صبح و شام تکلیف میں ہیں، یہ طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں، میں نے یہ چاہا کہ میرا ایک احسان ان کافروں پر ہو جائے اور میرے بیوی بچے محفوظ ہو جائیں، میں نے اس لیے خط لکھا بس۔ سیدنا عمر بن خطاب τ ساتھ کھڑے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کا سر قلم کر دوں۔ تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا، اے عمر تو کیا جانے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے بدری صحابہ کے دل میں جھانک کر بدری صحابہ کے بارے میں کہ تم جو کچھ بھی کرو میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے "اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ"۔ تو اس قصے میں حاطب بن ابی بلتعہ τ نے مشرکوں کے ساتھ مدد کی اور نبی رحمت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کافر ہیں۔ ان سے کفر نہیں ہوا لیکن گناہ کبیرہ ضرور ہوا اور گناہ کبیرا ان کا معاف ہوا جنگ بدر کی وجہ سے۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ نہیں کفر معاف ہوا جنگ بدر کی وجہ سے اور میں چند طالب علم اور بعض علماء جو ہمارے علماء ہیں انڈیا، پاکستان میں ان کی تصنیفات بھی میں نے پڑھیں انہوں نے بھی یہ ہی کہا، یہ ہی لکھا کہ سیدنا حاطب τ نے کفر کیا اور جنگ بدر کی وجہ سے ان کا کفر معاف ہوا۔ ہر گز نہیں، کفر کبھی معاف نہیں ہوتا، یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قرآن مجید میں:

﴿لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (الزمر/65)

اگر نبی رحمت ﷺ کی نبوت چلی جاتی ہے شرک وکفر کی وجہ سے تو کیا سیدنا حاطب کی، بدری صحابی کی جنگ بدر کام آسکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔ یک باب اولی یہ ہر گز نہیں ہو سکتا بلکہ وہ کبھی کافر تھے ہی نہیں، انہوں نے کفر کیا ہی نہیں، گناہ کبیرہ ان سے ہوا اور گناہ کبیرہ جنگ بدر کی وجہ سے معاف ہو گیا۔

تو یہ تین تعلق ہیں کافروں کے ساتھ ۔الولاء والبراء دین کے اصولوں میں سے ایک اہم اصل ہے اس کو سمجھنا بہت اہم ہے اور میں طالب علموں سے یہ درخواست کرتا ہوں، گزارش کرتا ہوں کہ اس مسئلے کو سمجھیں اور اپنی مجالس میں جہاں پر بیٹھیں اپنے بھائیوں کو، ساتھیوں کو اس چیز کی تعلیم دیں کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد میں سے، عقائد کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے کہ ہم دوستی اور دشمنی دین کی بنیاد پر کرتے ہیں اور کافروں کی اتنی قسمیں ہیں، مسلمانوں کی اتنی قسمیں ہیں، ان سب کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہے، تفصیل کے ساتھ اور دلیل کے ساتھ بیان کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے، قرآن اور سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں ہماری ذریت کو اور سب مسلمانوں کو شرک، بدعات اور خرافات سے نجات عطا فرمائے (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ وَب